میں آزاد ہوں



نگہت ہاشمی

میں آزاد ہوں



نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	میں آزاد ہوں
مصنفہ	نگہت ہاشمی
طبع اول	فروری 2021ء
تعداد	3000
ناشر	النور انٹرنیشنل
لاہور	59C/2، لنک فیروز پور روڈ، لاہور
فون نمبر	0336-4033045, 042-37500048, 042-37500049
کراچی	گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی
فون نمبر	0336-4033034 - 021-35292341-42
فیصل آباد	121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد
فون نمبر	03364033050, 041-8759191
	sales@alnoorpk.com
	www.alnoorpk.com
	Nighat Hashmi, Alnoor International
	Nighat Hashmi
	nighathashmi
	Sales: 0336-4033045

فہرست

- ابتدائیہ ——— 05
- بریرہ آزاد ہوگئی ——— 09
- مجھے جینے دو (حصہ اوّل) ——— 19
- مجھے جینے دو (حصہ دوم) ——— 27
- تعلیم میرا حق ہے ——— 37
- میرا نکاح میری اجازت سے ——— 49
- بحث ومباحثہ اور رائے دینا میرا حق ہے ——— 59
- کمانا میرا حق ہے ——— 67
- مال اور جائیداد رکھنا میرا حق ہے ——— 75
- عزت واحترام میرا حق ہے ——— 87
- حیا میرا حق ہے ——— 97
- عبادت میرا حق ہے ——— 109
- خدمت میرا حق ہے ——— 121

- خدمت خلق میرا حق ہے ——— 131
- والدین کی خدمت میرا حق ہے ——— 141
- عزت وآبرو کی حفاظت میرا حق ہے ——— 149
- عقل کی حفاظت میرا حق ہے ——— 163
- دین کی حفاظت کرنا میرا حق ہے ——— 175
- اللہ تعالیٰ کی معرفت میرا حق ہے ——— 187
- رسول اللہ ﷺ کو راہ نما بنانا میرا حق ہے ——— 199
- صلہ رحمی کرنا میرا حق ہے ——— 211
- حجاب میرا حق ہے ——— 227
- جنسی استحصال سے تحفظ میرا حق ہے ——— 237
- مساجد اور اسلامی تعلیمی اداروں کی خدمت میرا حق ہے ——— 249
- بچوں کی تربیت میرا حق ہے ——— 263
- سیدہ مریم علیہا السلام جیسی آزادی میرا حق ہے ——— 275
- مہر ووفا کو شناخت بنانا میرا حق ہے ——— 289
- ماں تجھے سلام ——— 301
- قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنا میرا حق ہے ——— 315
- جنت میں گھر بنانا میرا حق ہے ——— 329
- میری شناخت میرا حق ہے ——— 339
- آزاد عورت ——— 355

ابتدائیہ

ہم سب آزاد پیدا ہوئے ہیں، آزادی سے محبت رکھتے ہیں، آزادی ہمارا حق ہے اور حق تو وہی رکھتا ہے جو آزاد ہو۔

- آج کی عورت آزادی چاہتی ہے، اور وہ اپنی آزادی کے لئے تگ و دو کر رہی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کس کے لئے آزادی چاہئے؟

اگر حقوق کے لئے آزادی چاہئے تو پھر یہ دیکھنا ہوگا اس کے حقوق کی ضمانت کون دیتا ہے؟

- حقوق کی ضمانت تو عورت کو پیدا کرنے والے رب نے دی ہے۔
- عورت کے حقوق کا تحفظ تو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد ﷺ نے کیا۔
- آج عورت کو وہ حقوق نہیں مل رہے تو اس کے دو بڑے اسباب ہیں۔

(1) عورت کی اپنے حقوق سے عدم آگہی

(2) حکومت کی جانب سے حقوق کی حفاظت کے لئے مناسب اقدامات نہ کرنا

جہاں تک پہلے سبب کا تعلق ہے اس کے لئے عورت کو اپنے حقوق کے بارے میں آگہی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ ''میں آزاد ہوں'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

- اس کتاب میں عورت کے ان حقوق کو سادہ انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے جن کے بارے میں وہ پورے طور پر آگاہ نہیں ہے۔

جہاں تک دوسرے سبب کا تعلق ہے تو ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ عورت کے حقوق کا تحفظ ممکن بنائیں تا کہ وہ گھر کے اندر اور گھر سے باہر پر امن اور پر سکون معاشرے میں زندگی گزارنے کے قابل ہو سکے۔

جہاں تک عورت کے حقوق کا تعلق ہے تو

- اسلام نے عورت کو جینے کا حق دیا
- اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کا حق دیا
- اسے اپنے رب کے ساتھ تعلق اور اس کی عبادت کا حق دیا
- اسے تعلیم کا حق دیا، اسے رائے کا حق دیا
- اسے عزت و آبرو کی حفاظت کا حق دیا
- اسے والدین کی خدمت اور انسانوں کی خدمت کا حق دیا
- اسے جائیداد رکھنے کا حق دیا
- اسے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا
- اسے دین کی حفاظت کا حق دیا
- اسے مساجد اور اسلامی تعلیمی اداروں کی خدمت کا حق دیا
- اسے عقل کی حفاظت کا حق دیا
- اسے حیا کا حق دیا، حجاب کا حق دیا
- اسے نکاح میں اجازت کا حق دیا
- اسے جنسی استحصال سے تحفظ کا حق دیا
- اسے صلہ رحمی کا حق دیا
- اسے کمانے کا حق دیا

- اسے بچوں کی تربیت کرنے کا حق دیا
- اسے مہر و وفا کو اپنی شناخت بنانے کا حق دیا
- اسے جنت میں گھر بنانے کا حق دیا
- اسے اپنی شناخت کا حق دیا

اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں ان کی وجہ سے ہی عورت آزاد ہوتی ہے۔ یہی حقوق آزادی کی ضمانت ہیں حقیقت یہ ہے کہ جو حق پائے وہ آزاد ہو جائے

- اپنا حق پہچانیں اور آزاد ہو جائیں۔

یہ کتاب ''میں آزاد ہوں'' ہر اس بچی اور خاتون کی ضرورت ہے جس کو اپنے حقوق کا فہم نہیں وہ خود بھی اس کے بارے میں جانے اور دوسروں کو بھی ان حقوق کا فہم دے۔

''میں آزاد ہوں'' ہر اس مرد کی بھی ضرورت ہے جو بھائی ہے، شوہر ہے، بیٹا ہے، باپ ہے۔ جس کا پہلا رشتہ اپنے خالق و مالک سے ہے وہ اس کا حق پہچانے جس کا رشتہ اپنی ماں سے ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے

جس کا رشتہ اپنی بیوی سے ہے کہ وہ اس کا معاشی تحفظ بھی کرے اور اس سے حسن سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر عورت کو اپنے حقوق پہچاننے اور اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS

بریرہ آزاد ہوگئی

وہ بھی کیا دن تھے!

تاریخ کے اوراق الٹ کر جب میں دیکھتی ہوں تو مجھے صحرا میں وہ عظیم عورت نظر آتی ہے جس کے پاس دودھ پیتا بچہ ہے، اوپر نیلا آسمان ہے اور نیچے ریت ہے، پتھریلے پتھر ہیں، پاس پانی کی مشک ہے اور کھجوروں کی پوٹلی ہی کل اثاثہ حیات ہے لیکن جو چیز اس عورت میں نظر آتی ہے وہ یقین، توکل اور عزم ہے۔ وہی عورت ہے جس نے مقدس شہر بلد امین کو آباد کیا۔ اس نے کیسے دن اور کیسی راتیں بِتائی ہوں گی۔

- ایک آزاد عورت نے
- اپنی آزاد مرضی کے ساتھ
- اپنی مرضی کو اپنے رب کے آگے بچھا کر کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا

مجھے وہ وقت یاد آتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت زم زم کو اپنے لیے اور اپنے بچے کے لیے استعمال کر رہی تھیں۔ قبیلہ جرہم کے لوگوں کا گزر ہوا۔ انہوں نے اجازت چاہی کہ کیا ہم یہاں پر آباد ہو سکتے ہیں؟ ہاں یقین کیجیے تاریخ کا وہ دور ایسا تھا جہاں ایک عورت یہ کہتی ہے کہ آپ یہاں رہائش اختیار کر سکتے ہو لیکن پانی پر میرا حق ہوگا۔ یہ بلد امین کی کہانی ہے۔ یوں دنیا کے اس عظیم شہر کی بنیاد رکھی گئی جہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جہاں لوگوں کے دل اٹکے رہتے ہیں، جہاں جانا لوگوں کے لیے زندگی کا سب سے بڑا خواب ہے۔ جو

وہاں جاتا ہے آنسو بہاتا ہے۔ جو وہاں سے لوٹ کر آتا ہے آنسو بہاتا ہے۔ محبتوں کی یہ کیسی عظیم داستان ہے۔

ایک آزاد عورت نے اپنی آزاد مرضی کے ساتھ کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا

زمین والوں کے لیے کتنی بڑی رحمت، کتنی بڑی نعمت ہے

ہاں وہی بچہ جب بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا تو اسی عورت نے کتنے بڑے ظرف کا مظاہرہ کیا جب اپنے بچے کو اپنے رب کے راستے میں قربان کرنے کے لیے اپنے شوہر کو سونپ دیا۔ ایک عورت کتنا بڑا ظرف رکھتی ہے۔

میں جب پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہوں تو مجھے وہ وقت یاد آتا ہے جب شوہر کو الوداع کرتے ہوئے سیدہ حاجرہ علیہا السلام سوال کرتی ہیں کہ مجھے کس کے حکم سے یہاں چھوڑے جا رہے ہو جہاں نہ چرند پرند ہیں، نہ کوئی ذی روح ہے، نہ حیات کے لیے کوئی ساز وسامان ہے۔ جواباً سر جھکا لیا تو خود ہی سوال کرنے لگیں: کیا مجھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھوڑے جا رہے ہو؟ تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہاں میں جواب دیا۔ تو اس عظیم عورت نے کتنی بڑی بات کہی: ''اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' (بخاری:3364)

یہ یقین ہے

یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل ہے

جس نے بلد امین کو آباد کرنے کا کام کروایا

آزادی آبادی کے لیے ہونی چاہیے

ہاں وہ آزادی آبادی کے لیے تھی صرف اپنے خاندان کی نہیں دنیا بھر کے انسانوں کے لیے

ان کے دلوں میں رب کی یاد کی آبادکاری کے لیے اور ان کی زندگیوں میں رب کی یاد

کے لیے تھی۔اس کے گھر کی آبادکاری کے لیے یہ کتنا بڑا قدم تھا۔

تاریخ کے اوراق الٹتے ہوئے جب میں اس دور میں پہنچتی ہوں جو عورت کو آزادی نہیں دیتا، جہاں کی بچیاں زندہ دفن ہو جاتی ہیں، جہاں عورت کو تعلیم کا حق نہیں ہے، جہاں اسے روزگار کا حق نہیں ہے، جہاں اسے ورثے میں بھی حق نہیں ملتا، جہاں مرد غلام بنتے ہیں تو عورتیں بھی لونڈیاں بن جاتی ہیں، ان سے ان کی زندگی، ان کی رائے، ان کا سب کچھ ان سے چھین لیا جاتا تھا۔اس دور میں ایک ایسی لڑکی تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ زندگی کے اچھے دن بیتا رہی تھی۔شوہر بھی غلام تھا اور بیوی بھی غلام تھی۔ وہی لونڈی جس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو انہوں نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔

آزادی کے بعد نئے چیلنجز تھے کیونکہ غلام اور لونڈی اگر رشتہ نکاح میں بندھے ہوئے ہوں تو آزادی کے بعد ایک کی دوسرے سے نسبت معلق ہو جاتی ہے۔آزاد ہونے والا اگر نکاح کے رشتے میں بندھا رہنا چاہے تو وہ رشتہ برقرار رہتا ہے بصورت دیگر رشتہ برقرار نہیں رہتا۔بریرہ تو آزادی کے نشے میں چور تھی۔

بریرہ کو نئے رنگ ملے تو بریرہ کے رنگ ڈھنگ بدل گئے

مغیث محبت کرنے والا شوہر تھا۔مغیث گلیوں، بازاروں میں روتا پھرتا تھا۔جو اس کو ملتا اسے روکتا اور کہتا کہ ایک بار بریرہ کو منا دو، مجھ سے ایک بار بات تو کر لے۔یوں ہی وہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد ﷺ کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! ﷺ بریرہ سے کہیں کہ ایک بار میری بات سن لے۔رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا۔

بریرہ ایمان والی تھی

وہ غلام عورت تھی لیکن وہ اپنے رب کو پہچانتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ مجھے اپنے ہر عمل کے لیے اپنے رب کو جواب دینا ہے۔وہ اس بات کا یقین رکھتی تھی کہ زندگی صرف یہی زندگی

نہیں ہے اس کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے اور اس زندگی کو میں نے اس زندگی کے اعمال کے مطابق حاصل کرنا ہے۔

- بریرہ جانتی تھی میرے حقوق کیا ہیں
- بریرہ جانتی تھی میرے فرائض کیا ہیں
- بریرہ کی شخصیت میں ایمان کا رنگ تھا
- بریرہ پہلے غلام تھی پھر آزاد ہوگئی
- بریرہ غلام ہونے کے باوجود بھی آزاد تھی
- بریرہ کی سوچ آزاد تھی

بریرہ نے اپنی سوچ کو، اپنے تخیل کو، اپنے عقیدے کو، اپنی ساری زندگی کو غیر اللہ کے سامنے نہیں بچھایا تھا۔

- بریرہ اگرچہ غلام تھی لیکن بریرہ دراصل اللہ تعالیٰ کی غلام تھی

اسے جو آزادی ملی وہ تو جسمانی طور پر کام کرنے اور زندگی گزارنے کا ایک معاہدہ تھا جس سے وہ آزاد ہوئی تھی۔

بریرہ اور مغیث کیسے کردار تھے؟
دونوں کی زندگی کتنی خوب صورت تھی
دونوں کتنی محبت کرتے تھے
لیکن آزادی تو انسانوں کو کسی اور ہی دنیا میں لے جاتی ہے

- بریرہ نے آزادی کا ذائقہ چکھ لیا تھا

اب وہ ایک غلام شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی
اور رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی مجلس میں بلا لیا

بریرہ آئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، کاش تم مغیث کے پاس لوٹ جاتیں۔ جانتے ہیں روشن دماغ بریرہ نے کیا کہا؟

- بریرہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ آپ کا حکم ہے یا سفارش؟

حکم ہے تو مان لوں گی، سفارش ہے تو نہیں مانوں گی۔ حکم اس لیے مانوں گی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، حکم اس لیے مانوں گی کہ میرا اپنے رب سے یہ معاہدہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی کو آپ کے طریقوں کے مطابق ڈھالنا ہے لیکن سفارش کے لیے تو میرا اختیار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔ بریرہ نے کہا: پھر مجھے مغیث کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔ (بخاری:5283)(ابن ماجہ:2075)

میں سوچتی ہوں کہ آج کے اس دور میں ایک آزاد عورت شاید ایسا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی۔

آج کی عورت نہیں جانتی

اس کے حقوق کیا ہیں؟

اس کے فرائض کیا ہیں؟

اس کو زندگی کیوں ملی؟

اس نے زندگی میں کیا کرنا ہے؟

اس زندگی سے کیا کشید کرنا ہے؟

اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

اس کا کیا رول ہے؟

- بریرہ کی آزادی کتنے دریچے کھولتی ہے
- ایک غلام عورت کا قلب و ذہن کتنا روشن تھا

- آخر اتنی تعلیم کے بعد
- اتنی صدیاں بیتنے کے بعد

محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر، آپ ﷺ کی رسالت پر یقین کرنے والے آج بریرہ جیسے یقین سے، بریرہ جیسی سوچ سے محروم کیوں ہیں؟

- آج کی عورت کی سوچ آزاد کیوں نہیں ہے؟
- آج کی عورت اپنے حقوق کو کیوں نہیں پہچانتی؟

آج کی عورت کیوں نہیں پہچانتی کہ وہ کس لیے پیدا کی گئی ہے؟
آج کی عورت اپنے فرائض سے آگاہ کیوں نہیں ہے؟
ہمارا اصل مسئلہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے بارے میں ہی نہیں جانا
حقوق کے لیے آگاہی ہمیں کہیں اور سے مل رہی ہے
آگاہی کا یہ سفر ہماری امت تو صدیوں سے طے کر رہی ہے پھر آگاہی کیوں نہ ملی؟
آج کتنی بریرائیں ہیں جو آزادی چاہتی ہیں
بریرہ آزاد ہوئی
اس دین کی وجہ سے
جو انسانوں کو غلام بنانا نہیں چاہتا
بریرہ اس رحمت کی وجہ سے آزاد ہوئی
جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اصولوں کی وجہ سے
جو رسول اللہ ﷺ کے سکھائے ہوئے طریقوں کی وجہ سے
بریرہ کی زندگی میں چھاؤں بن گئی
بریرہ کی زندگی پر وہ بارش بن کر نازل ہوئے

آج ہر مسلمان عورت کو ضرور دیکھنا چاہیے کہ اسے تو بریرہ سے بڑھ کر روشن دماغ ہونا ہے

اپنا ہی ورثہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کے توسط سے بھیجا ہم کیوں بھول گئے؟

آج ہم کہاں ہیں؟

جہاں ہم سے ہماری بیٹیاں سوال کرتی ہیں کہ اگر ہم آج کے معاشرے میں، آج کی سوسائٹی میں کل سے زیادہ محنت کر رہی ہیں تو ہمیں ہمارا حق کیوں نہیں دیا جاتا؟ ہمیں، ہماری سوچوں کو قید کر کے کیوں رکھا جاتا ہے؟

- بیٹا! آپ قید میں نہیں ہو
- آزادی آپ کا حق ہے
- آپ کو آزادی آپ کے رب نے دی ہے
- آپ ضرور جان لو کہ آزادی آبادی کے لیے ہے، آبادکاری کے لیے ہے
- آزادی اس لیے نہیں کہ
- آپ ایک قید سے نکل کر کسی بڑی قید میں گرفتار ہو جاؤ
- ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمیں آزاد پیدا کیا
- ہمیں جینے کا حق دیا، ہمیں تعلیم کا حق دیا، ہمیں ورثے کا حق دیا

میں سوچتی ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ جب میں نے لیکچرر شپ جوائن کی تو میری ایک ساتھی نے مجھ سے کہا کہ اب آپ کی شناخت نہیں رہے گی۔ آپ کا نام آپ کے شوہر کے نام کے ساتھ آئے گا اور آپ کا نام لوگ بھول جائیں گے شوہر کا نام باقی رہے گا۔ میں نے

کہا میں تو ایسا نہیں کرسکتی۔ میں اپنا تشخص کھونا نہیں چاہتی۔ انہوں نے کہا یہ جاب کا تقاضا ہے آپ کو کرنا ہوگا۔

میں پیچھے مڑ کر دیکھوں میرا رب کتنا کریم ہے۔ مجھے میرے نام کا حق دیتا ہے، وہ مجھے میری پہچان دیتا ہے۔

یہ پہچان رشتوں کے توسط سے ملے تو اس کے رنگ اور زیادہ گہرے ہوجاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ میری پیدائش کے موقع پر جو نام رکھا گیا وہ نام میری حیات کے کسی موقع پر کسی کی وجہ سے بدل جائے گا۔

ایک خاتون نے مجھ سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب میں پہلے شوہر کی بیوی کی تھی تو میں مسز فلاں تھی۔ میری ایک پہچان تھی۔ میری بیٹی چودہ برس کی تھی۔ میرے اور میرے شوہر کے درمیان کچھ معاملات ٹھیک نہ رہے۔ پھر ہماری علیحدگی ہوگئی طلاق تک نوبت پہنچی۔ پھر جب میری دوسری شادی ہوئی تو میں پہلی پہچان کھو چکی تھی اور دوسری پہچان کے لیے کوشش کر رہی تھی۔ تو میرا نام میری زندگی میں تیسری مرتبہ تبدیل ہوا ہے۔ پہلے میرا نام تھا، پھر میرے پہلے شوہر کا نام، پھر دوسرے شوہر کا نام میں کہاں ہوں؟ مجھے لوگ مسز فلاں کے نام سے ہی کیوں پہچاننا چاہتے ہیں۔ مجھے میری پہچان کیوں نہیں دینا چاہتے؟ ہاں نام پہچان کا ذریعہ ہوتا ہے۔ ہمارا رب ہمیں یہ حق دیتا ہے۔

مجھے اس قدر خوب صورت لگتا ہے اسلام کا یہ سلسلہ کہ عورت اپنے رب کے لیے مسجد جانا چاہتی ہے تو اسے پورا حق دیا جاتا ہے۔ امہات المومنین نبی ﷺ کے پاس اس وقت مسجد میں تشریف لے آیا کرتی تھیں جب آپ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے۔ (بخاری:2039) اسی طرح ایک باندی مسجد نبوی کی صفائی کا کام بھی کیا کرتی تھی۔ (ابن ماجہ:1527)

اللہ کے رسول کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خواتین کو منہ

اندھیرے اور رات کی تاریکی میں باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نبی ﷺ نے مردوں کو منع فرمایا کہ وہ عورتوں کو مسجدوں میں نماز ادا کرنے سے روکیں، چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ روکو۔'' (صحیح بخاری:900)

ہاں رسول اللہ ﷺ ہمارے سب سے بڑے وکیل ہیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دنیا کی سب چیزوں میں عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' (نسائی:3391)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ نصیب فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس علم کو حاصل کریں جو ہمارے حقوق اور ہمارے کردار سے متعلق ہو اور ہم وہی رنگ زمانے میں بکھیرنے کے قابل ہو جائیں جس کے بارے میں شاعر نے کہا:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

مجھے جینے دو (حصہ اوّل)

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آتی ہے ایک عجیب سوال کرتی ہے

اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک کریں۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: واپس لوٹ جا۔ وہ اگلے دن پھر آ گئی اور آپ کے پاس زنا کا اعتراف کیا، کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زنا کیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تو واپس چلی جا۔

اگلے دن وہ پھر آ گئی اور آپ کے پاس زنا کا اعتراف کیا اور کہا: اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ مجھے پاک کریں، شاید آپ مجھے واپس لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے ماعز بن مالک کو واپس لوٹایا تھا، اللہ کی قسم! میں زنا کی وجہ سے حاملہ بھی ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو واپس چلی جا، یہاں تک کہ بچے کو جنم دے۔

پس جب اس نے بچہ جنم دیا تو بچہ اٹھائے ہوئے آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے بچہ جنم دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو واپس چلی جا، اسے دودھ پلا، یہاں تک کہ تو اس کا دودھ چھڑا دے۔ جب اس نے دودھ چھڑا لیا تو بچہ کو اٹھا کر لائی، جبکہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور کہنے لگی: اے اللہ کے نبی! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے بچے کے متعلق حکم دیا کہ اسے ایک مسلمان آدمی کے سپرد کیا گیا اور

اس عورت کے متعلق حکم دیا کہ اس کے لئے ایک گڑھا کھودا جائے اور سینے تک اس میں گاڑ دی جائے، پھر لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دو، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک پتھر لے کر آئے اور اس کے سر پر مارا، جب اس سے ان کے رخسار پر خون کے چھینٹے پڑے تو انہوں نے اسے برا بھلا کہا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ برا بھلا کہہ رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خالد! باز آ جاؤ، اسے گالی نہ دو، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر ناجائز محصول لینے والا بھی (جو لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور مسکینوں کو ستاتا ہے) ایسی توبہ کرے تو اسے بھی بخش دیا جائے گا۔ پھر آپ نے اس کے متعلق حکم دیا پھر اس پر نماز جنازہ پڑھی پھر اسے دفن کر دیا گیا۔'' (مسند احمد: 6717)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس کی نماز جنازہ پڑھیں حالانکہ اس نے زنا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں میں تقسیم کر دی جائے تو انہیں کافی ہوگی، کیا تم اس سے بہتر کوئی بات پاؤ گے کہ اس نے اپنی جان قربان کر دی؟''

(سنن ابوداؤد: 4440)

میں جو بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں اس بچے کے حوالے سے ہے جس کی زندگی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا انتظار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غامدیہ سے رخ پھیر لینا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے یہ کہنا کہ بچے کی پیدائش کے بعد آنا، پھر جب وہ پیدائش کے بعد آئی تو اس سے کہنا کہ دودھ پلاؤ پھر اس کے بعد آنا، یہ سب کیا ہے؟ یہ سب بچے کا حق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت کی وجہ سے دلوایا۔ بچہ ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے جب باپ کا پتہ نہ ہو لیکن اس بچے پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ اسے بھی اسی طرح سے جینے کا حق ہے جیسے دوسرے بچوں کو ہے۔ جو قصور ماں باپ نے کیا ہو اس کا الزام بچے پر نہیں لگایا جا

سکتا۔ایک ایسے بچے کی زندگی کی حفاظت کے لیے رحمت للعالمین نے کیسا عظیم انتظام کیا۔

آج کچرے کے ڈھیروں پر پڑے بچے
زندگی کے لیے فریاد کرتے بچے
اپنی ہی ماؤں کے ہاتھوں زندگی کھو دینے والے بچے
ان بچوں کے لیے پڑے جھولے ہمیں یہ بتاتے ہیں
کہ بچوں کے لیے وہ رحمت، وہ محبت، وہ ہمدردی مفقود ہے
کہاں سے آتے ہیں یہ بچے؟
کوڑے کے ڈھیر پر کیوں چلے جاتے ہیں یہ بچے؟
کون ہے جو ان کو زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے؟
ان بے قصوروں کو جینے کا حق کیوں نہیں دیتے جن کی زندگی امانت تھی؟
کیوں وہی زندگی کے درپے ہو جاتے ہیں جو جیون کا سبب بنتے ہیں؟

عبدالستار ایدھی رحم دل انسان تھے۔انہوں نے ایسے بچوں کے لیے لوگوں کو توجہ دلائی کہ ان کو جھولے میں ڈال دو۔ان کو قتل نہ کرو،ان کو مارو نہیں، پال نہیں سکتے، پالنے میں ڈال دو۔ان کے اعداد و شمار کے حوالے سے اگر ہم دیکھنا چاہیں تو بلقیس ایدھی بتاتی ہیں کہ تقریباً ایک سال میں 365 بچے جھولوں میں ڈالے جاتے ہیں جن میں سے زیادہ تر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔عبدالستار ایدھی صاحب نے بتایا کہ اگر 25 بچے زندہ بچتے ہیں تو اڑھائی سو بچے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

پیدائش کے موقع پر خوشیاں منائی جاتی ہیں، پھر کیوں خوشی سے محروم ہو جاتے ہیں یہ بچے؟

نہ خاندان قبول کرے

- نہ ماں باپ قبول کریں
- نہ معاشرہ قبول کرے
- کیسی ہے یہ زندگی؟
- کیسے زندگی سے محروم ہوجاتے ہیں یہ بچے؟

پیچھے مڑ کر دیکھیں تو وہ افراد جو کل خود تو ماں کی گود میں پلے تھے، وہ اپنے وقتی لطف کی خاطر اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑتے نظر آتے ہیں۔ آج ماں کی گود سے جھولے میں پہنچنے والے بچے کس حال کو پہنچ جاتے ہیں۔ سدا ہی باپ کے نام سے محروم رہتے ہیں۔

وہ رحمت، وہ شفقت، وہ محبت، وہ خیر خواہی، وہ خدمت کا جذبہ جس کے تحت ان کی پرورش کی جاتی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کا اجر دینے والا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ماں باپ جن کا دل فطری طور پر بچے کی محبت سے بھرا ہونا چاہیے کیسے خالی ہوجاتے ہیں وہ دل؟ ان میں سنگ دلی، شقاوت کیسے در آتی ہے؟

تاریخ کے اوراق پلٹ کر جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آنے والا ایک ایسا شخص ملتا ہے جو آپ ﷺ سے کہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ! میں تجارتی سفروں پر جاتا تھا کافی دیر تک مجھے باہر رہنا پڑتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ میری بیوی جب حاملہ ہوئی میرے پیچھے سے بچہ پیدا ہوا اس نے میرے آنے پر بچے کو چھپا لیا پھر تو یہ روٹین ہی بن گئی۔ جب میں گھر ہوتا تو بچی کو ہمسایوں کے گھر پہنچا دیا جاتا اور جب میں گھر سے چلا جاتا تو بچی گھر واپس آجاتی۔ بچی بڑی ہوتی گئی، مجھے بھی ہمسایوں کی بچی سے لگاؤ ہوگیا، اور میری بیوی دھوکہ کھا گئی۔ اس نے مجھے کہا: جس بچی سے تم بہت محبت کرتے ہو وہ تو تمہارے اپنے جگر کا ٹکڑا ہے۔ بس پھر کیا تھا میرے سینے پر سانپ لوٹنے لگے۔ میں نے اس دن سے طے کرلیا کہ میں نے اس بچی سے کیسے نجات پانی ہے۔ ایک روز ایسا ہوا

کہ میں نے اس بچی کو اپنی انگلی کے ساتھ لگایا وہ بھی انگلی پکڑے میرے ساتھ چلتی رہی۔ میں اسے لیے لیے جنگل کے بیچوں بیچ پہنچا۔ میں نے مٹی کھودنی شروع کی تو وہ بھی اپنے ننھے منے ہاتھوں سے مٹی ہٹاتی جاتی تھی۔ جب میں نے گڑھا کھودلیا تو میں نے اپنی بیٹی کو گڑھے کے بیچ میں کھڑا کر دیا پھر میں نے اس پر مٹی ڈالنی شروع کی وہ مجھے ابا ابا پکارتی رہی اور میں مٹی ڈالتا رہا حتی کہ اس کی آواز آنی بند ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی ہے، آپ ﷺ کا سینہ بھیگ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ اے شخص! تو نے اللہ کے رسول ﷺ کو افسردہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اسے کہنے دو۔ آپ ﷺ نے اس شخص سے کہا: دوبارہ سناؤ۔ اس نے دوبارہ قصہ سنایا آپ پھر آنسو بہانے لگے۔ (سنن دارمی) وہ صرف عرب نہیں تھے، وہ دنیا ہی ایسی تھی کہ جہاں پیدا ہوتے ہی بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ کیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حشر کا ایک منظر ہے جہاں اس باپ سے سوال کیا جائے گا جو اپنے بچے کی زندگی، اس کی پرورش کا ذمہ دار تھا، جس نے ذمہ داری ادا نہیں کی۔

﴿وَإِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِأَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾

''جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا تمہیں کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا؟'' (التکویر)

اس ظالم سے تو بات بھی نہیں کی جائے گی۔ مظلوم سے پوچھا جائے گا کہ یہ بتاؤ وہ کون سا جرم تھا جس کی پاداش میں تم کو قتل کیا گیا؟

آج اگر اپنی سوسائٹی میں اسقاط حمل کی شرح کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حیات ملنے سے پہلے، آنکھ کھولنے سے پہلے ماں کے پیٹ میں کتنے بچوں کو ختم کر دیا جاتا ہے۔

کتنے بچے ہیں

جن کے لیے مائیں راضی ہو جاتی ہیں کہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ماں کے پیٹ سے انہیں نکال دیا جائے

کتنے ڈاکٹرز ہیں

جو آج بھی بچوں کو زندہ گاڑ دیتے ہیں۔

ہاں وہ اتنے سفاک نہیں تھے جو بچوں کو مٹی میں دفن کر دیتے تھے

آج کی سفاکی تو دیکھئے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ہے

کچرے کے ڈھیروں پر انسانی اعضاء کے ٹکڑوں کو بھنبھوڑتے ہوئے کتوں کو دیکھئے

اپنے آپ کو کبھی ایسی جگہ پر تصور کر کے دیکھئے کیسے انسان اتنا سنگ دل ہو گیا؟

کیوں وہ اپنی ہی نسل کے خلاف ہو گیا؟

اگر خود جینے کا حق رکھتا ہے تو پھر یہ حق اپنے بچے کو، اپنی بیٹی کو کیوں نہیں دینا چاہتا؟

- ماں تو ممتا کی علامت تھی، وہ تو محبت اور شفقت کی علامت تھی۔
- ماں تجھے کیا ہو گیا

تو کیوں اپنے جگر گوشے کے خلاف ہو گئی؟

اپنے بچوں کو، اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں قتل کر ڈالا

کل کی ماں کا تو دل و دماغ روشن نہیں تھا۔ آج کی ماں تو سمجھتی ہے کہ علم نے اس کے دل و دماغ کو روشن کر دیا۔

- یہ کیسی روشنی ہے جو اپنی اولاد کو جینے کا حق نہیں دیتی؟

اور پھر اس سے پہلے کہ بچہ وجود میں آئے بچے کے ساتھ تعلق کی یہ کیسی نوعیت ہے

کہ بچے کو وجود میں لانے سے روکنے کے لیے کس قدر ادویات استعمال ہوتی ہیں؟

انسانیت کس موڑ پر آن پہنچی ہے

کیوں لوگ
انسان ہی کے دشمن ہو کر رہ گئے
انسانی جان کے دشمن ہو گئے
ہمیں دیکھنا ضرور ہے

زندگی پر تو ہر انسان کا حق ہے

وہ رب کتنا مہربان ہے
برابر کا حق دیتا ہے بیٹی کو بھی اور بیٹے کو بھی
جینے کا حق بھی اور پرورش کا حق بھی
اور اگر کوئی کسی کی جان لیتا ہے تو جان کے بدلے جان کا حق ہے
اگر ایک مرد قتل ہوتا ہے تو اس کی جگہ پر بدلہ لیا جا سکتا ہے تو اسی طرح سے عورت کے قتل ہونے پر بھی برابر کا بدلہ ہے۔
دونوں کی جان کی قیمت ایک جیسی ہے
اگر ہم سب کو جینے کا حق ہے تو

اپنی نسلوں سے محبت کیجئے

بیٹی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

بیٹی کو اس کا حق دے دیجیے

بلقیس ایدھی کہتی ہیں کہ وہ بچے جو جھولے میں ڈالے جاتے ہیں اور وہ بچے جو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ان کی اکثریت لڑکیوں کی ہوتی ہے۔
بیٹی جینے کا حق رکھتی ہے
اس کو پیدا کرنے والے نے یہ حق دیا ہے

اس سے یہ حق واپس نہ لیں

اس کے جیون کے لیے اسباب پیدا کرنے والا وہی ہے جس نے زندگی عطا کی ہے

اسی نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ﴾

''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔'' (سورۃ الانعام:151)

دورِ جاہلیت میں بیٹیاں قتل ہوتی تھیں

آج اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ معاملہ نہ کرو

مجھے یاد آتا ہے وہ واقعہ دریائے نیل کے بارے میں یہ معروف تھا کہ جب اس میں سیلاب آتا تھا تو مقامی لوگ نیل کو اردگرد کی آبادیوں پر چڑھنے سے روکنے کے لیے ایک نوجوان لڑکی اس کی نذر کر دیتے تھے۔ اس کو خوب سجا بنا کر دلہن بنایا جاتا پھر اس کو نیل کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے نیل کے نام خط لکھا کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے اور یقیناً تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے تو اب ایسی کوئی چیز آپ کی نذر نہیں جائے گی اس کے بغیر ہی اپنی چال سیدھی رکھو۔ اس کے بعد نیل کی وہ چڑھائی جو سیلاب کی صورت ہوا کرتی تھی وہ اہل مصر پر نہیں ہوئی۔

میں سوچتی ہوں نیل کے سیلاب کو روکنے کے لیے بیٹی کا ہی سہارا لیا گیا

بیٹی کی زندگی قدر و قیمت والی ہے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کیسے ان بیٹیوں کا دفاع کیا جن بیٹیوں کو جوانی میں ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔

آج بھی انسانیت کو عمر کی تلاش ہے جو بیٹیوں کی زندگی کی حفاظت کرنے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)



مجھے جینے دو (حصہ دوم)

میں ایک ایسا واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جو مدینہ کی ریاست میں بڑی حساسیت پیدا کرنے کا سبب بن گیا۔

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو کیا اسے قتل کر دے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نہیں"۔ سعد نے کہا: کیوں نہیں، اللہ کے رسول! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ عزت دی (میں تو اسے قتل کر دوں گا) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سنو! جو تمہارے سردار کہہ رہے ہیں۔" (ابوداؤد: 4532)

ایک عجیب فضا تھی جو مدینہ میں اس سوال کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی

اسی دوران آپ ﷺ کے پاس ہلال بن امیہ تشریف لائے۔ یہ صحابی ان تینوں میں سے ایک ہیں، جن کی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے توبہ قبول ہوئی تھی۔ ہوا یوں کہ یہ رات کے وقت اپنی زمین سے فارغ ہو کر گھر آئے تو بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا، انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور کانوں سے آوازیں سن لیں، ان کی طبیعت میں اطمینان رہا، ہیجان پیدا نہ ہوا تھا۔ صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں رات کے وقت گھر آیا تو میری بیوی کے پاس ایک غیر مرد موجود تھا، جسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور میں نے کانوں سے ان کی آواز سنی

ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی بات کو پسند نہ فرمایا تھا اور آپ ﷺ پر یہ واقعہ ناخوشگوار گزرا، انصار جمع ہو کر کہنے لگے کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جسے فرضی طور پر پیش کر رہے تھے وہ تو ہماری حقیقی آزمائش بن گیا ہے۔ اب نبی کریم ﷺ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کو کوڑے بھی ماریں گے اور مسلمانوں میں اس کی گواہی کو ناقابل قبول قرار دیں گے۔ جب کہ سیدنا ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میرے لیے نجات کا راستہ نکالے گا۔ ہلال نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں دیکھ رہا ہوں جو کچھ میں نے آپ کے سامنے واقعہ دلخراش پیش کیا ہے یہ آپ کے مزاج پر گراں گزرا ہے، مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں میں نے سچ کہا ہے۔ تاہم نبی کریم ﷺ انہیں حد قذف کے اسی کوڑے لگانے کا حکم دینے ہی والے تھے کہ آپ ﷺ پر نزول وحی کا آغاز ہونے لگا۔ جب وحی کے نزول کا آغاز ہوتا تو لوگ آپ ﷺ کی رنگت کی تبدیلی سے پہچان جاتے تھے۔ آپ پر وحی کے نازل ہونے تک کے وقفہ میں لوگ آپ سے ہٹ کر رہتے تھے تو یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ (٦) وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

''اور جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں ان میں سے ایک شخص کی گواہی چار دفعہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ہے کہ یقیناً وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہنا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔''

(النور:6،7)

اس کے بعد آپ ﷺ سے وہ وحی کی کیفیت دور ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے ہلال، آپ کے لیے پیغام مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کشادگی اور بچاؤ

کی تدبیر پیدا کر دی ہے۔ سیدنا ہلالؓ نے کہا: مجھے اپنے رب سے مکمل امید تھی کہ وہ ضرور کوئی نجات کی صورت پیدا فرمائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس عورت کی طرف پیغام بھیجو، اس کی طرف پیغام پہنچایا گیا، پس وہ آئی، آپ ﷺ نے ان دونوں کے سامنے ان آیات کی تلاوت فرمائی اور ان کے سامنے ذکر کیا کہ آخرت کا عذاب، دنیا کے عذاب سے بہت سخت ہے، سیدنا ہلالؓ نے کہا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نے اس کے بارے میں سچ بات کہی ہے۔ عورت کہنے لگی: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان میاں بیوی کے مابین لعان کرو، سیدنا ہلال سے کہا گیا کہ گواہی دو، اس نے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام کی گواہیاں دیں کہ میں سچا ہوں، جب پانچویں مرتبہ گواہی دینے ہی والا تھا تو ہلال سے کہا گیا اللہ سے ڈرو! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی بہ نسبت ہلکا ہے اور یہ پانچویں مرتبہ والی گواہی تجھ پر عذاب واجب کرنے کا باعث ہوگی۔ سیدنا ہلال کہنے لگا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے کوڑے نہیں لگنے دیئے، وہ مجھے عذاب اور سزا سے بھی محفوظ فرمائے گا، سیدنا ہلالؓ نے پانچویں مرتبہ کہا اگر میں جھوٹ بولنے والا ہوں گا تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اس عورت سے کہا گیا تو بھی اللہ تعالیٰ کی شہادت کی چار گواہیاں ادا کرنے کے بعد کہے کہ یہ ہلال جھوٹ بول رہا ہے، جب یہ عورت پانچویں مرتبہ گواہی دینے لگی تو اس سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جا، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کی بہ نسبت آسان تر ہے اور اب کی مرتبہ تیری گواہی جھوٹی ہونے کی صورت میں سزا واجب کر دے گی، وہ لمحہ بھر رکی پھر یہ کہتی ہوئی کہ اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہ کروں گی آگے بڑھی اور پانچویں گواہی دی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ سچ بولتا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے درمیان جدائی کروا دی اور فیصلہ فرمایا کہ اسی لعان کے بعد والے بچے کو باپ کے نام سے نہ پکارا جائے اور اس کے بعد نہ تو

اس عورت پر تہمت وطعنہ زنی کی جائے اور نہ ہی اس کے بچے پر تہمت وطعنہ زنی کی جائے، جو اس عورت یا اس کے بچے پر طعنہ زنی کرے گا، اسے تہمت کی حد لگائی جائے گی اور آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اس عورت کے لیے اس کے خاوند کے ذمہ نہ تو رہائش ہے اور نہ ہی خوراک ہے، کیونکہ یہ بغیر طلاق کے جدا ہوئے ہیں اور بغیر فوتیدگی کے علیحدہ ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ عورت اس حلیہ کا بچہ جنم دے جو کہ سرخ وسفید رنگ کا ہو، پنڈلیاں اور سرین پر گوشت نہ ہو اور باریک پنڈلیوں والا ہو تو وہ ہلال بن امیہ کا ہو گا، اور اگر گندمی رنگ کا، گھنگھریالے بالوں والا ہو پر جوڑ اور مضبوط اعضاء اور موٹی پنڈلیوں اور موٹی سرین والا ہو تو یہ بچہ اس کا ہو گا جس کے ساتھ اس عورت پر تہمت لگائی گئی ہے۔ جب اس عورت نے بچہ جنم دیا تو وہ گندم گوں، گھنگھریالے بالوں والا اور مضبوط جوڑ اور اعضاء والا تھا، پنڈلیاں اور سرین پر گوشت تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لعان کی قسموں والا معاملہ درمیان میں حائل نہ ہوتا تو میرے اور اس عورت کے درمیان کوئی اور صورت ہوتی۔ (یعنی میں اس عورت کو ضرور پکڑ لیتا) عکرمہ کہتے ہیں: وہی بچہ بعد میں مصر پر امیر مقرر ہوا تھا، اسے ماں کے نام سے پکارا جاتا تھا، باپ کے نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔'' (مسند احمد: 7197)

میں اس کے توسط سے جو بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ

- اس بچے کو ماں کا نام دیا گیا
- باپ کی جائیداد سے اس کا حصہ ختم ہو گیا
- ماں کی جائیداد کا وارث ٹھہرا

بچے کے بارے میں یہ طے کر دیا گیا کہ اس کے بارے میں کوئی برا خیال بھی دل میں نہیں لائے گا اور نہ بچے کو اس کا احساس دلایا جائے گا۔

- وہی بچہ

اس فیصلے کی وجہ سے عزت کی زندگی گزارنے کے قابل ہوا اور پھر وہ امیرِ شہر بنا

میں آج کے دور میں آپ کو لے جانا چاہتی ہوں

- جہاں غیرت کے نام پر قتل ہوتے ہیں
- جہاں کاروکاری کی قبیح رسم ہے
- جہاں قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا جاتا ہے

میں توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس قدر پر حکمت فیصلہ کیا تھا۔

اس بچے کو جو ولدِ زنا تھا عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق دیا۔

ہاں یہ اسلام ہے، سچا دین ہے، دین فطرت ہے جو عزت کے ساتھ جینے کا حق دیتا ہے

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے جو فیصلہ کیا اس کے مطابق گھرانوں کی زندگی پرامن ہوئی

عورت کے بارے میں بھی بات کرنے کا کسی کو حق نہیں دیا گیا

بچے کے نام کے بارے میں

بچے پر الزام لگانے کے بارے میں قدغن عائد کر دی گئی

بچے کو عزت کے ساتھ جینے کا حق ملا

اب معاملہ آخرت کا تھا

چونکہ قسمیں کھائی گئی تھیں اس وجہ سے عورت اور مرد دونوں کے بارے میں زبانیں بند ہو گئیں

یہ ہمارا اسلام ہے

یہ ساری انسانیت کا دین ہے

کیا اس دور کے لوگوں میں غیرت نہیں تھی؟

سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کنواری لڑکیوں سے ہی شادیاں کیں۔ وہ اس بات پر غیرت کھاتے تھے کہ کسی کی بیوی کو اپنے عقد میں نہ لائیں۔ اور اس بات پر بھی غیرت کھاتے تھے کہ جس سے میرا تعلق قائم ہوا ہے کل اس کے ساتھ کوئی اور نکاح نہ کرے۔ اسی وجہ سے وہ طلاق نہیں دیتے تھے۔

غیرت کے باوجود کیسی تعلیم تھی جس نے ایک لفظ نہیں کہنے دیا

ہلال بن امیہ کی وہ رات کیسی تھی جو رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے سے پہلے گزاری تھی

بیوی کو آنکھوں سے دیکھا ہے
کچھ نہیں کر سکتے
بیوی سے کچھ کہہ نہیں سکتے
معاملہ عدالت میں جائے گا
قانون فیصلہ کرے گا
حق کے مطابق فیصلہ ہوگا
ہر کوئی انصاف پائے گا
اور یوں آنے والے بچے کو بھی جینے کا حق مل جائے گا
یہ اصول آج کے دور کے لوگوں کو بھی سیکھنا چاہیے
اور اس کے بارے میں علم حاصل کرنا چاہیے
یہ آسمانی دین ہے

آخری دین ہے

جس کے مطابق محمد رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا ہے

آج اس لڑکی سے جینے کا حق چھین لیا جاتا ہے

جو کسی خاص شخص سے نکاح کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتی

جو اپنی پسند کی وجہ سے گھر سے بھاگنے کے لیے غلط قدم اٹھا بیٹھتی ہے

جو کسی سے نکاح کر بیٹھتی ہے

- کتنا پیارا اصول ہے جو ہمارے دین نے ہمیں دیا ہے

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ﴾

بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ (ترمذی:1101)

جو لڑکیاں گھر سے بھاگ کر عدالت کے زیر نگرانی شادی کر لیتی ہیں تو ان کی وجہ سے گھر والوں کی ایسی غیرت جاگ اٹھتی ہے کہ جو کئی زندگیاں لے جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہی قتل نہیں ہوتے بلکہ سارا خاندان ہی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

پلٹ کر دیکھئے

- اپنے راہنما کو
- اپنے رسول کو
- انہوں نے پوری سوسائٹی کے امن اور چین کے لیے کیسا عظیم فیصلہ کیا

آپ کے رب نے شوہر اور بیوی کے لیے لعان کا قانون دیا ہے

آپ کے رب نے جو فیصلے کیے ہیں ان کے مطابق ایسے افراد کے فیصلے بھی کیے جا

سکتے ہیں
قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے
جینے کا حق
جو رب نے دیا ہے
اس حق کو
ماں باپ بھی
اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے
جو زندگی کا سبب بنتے ہیں

- ماں باپ کے پاس بھی جان لینے کا حق نہیں ہے
- جینے کا حق جیسے مرد کو ہے ایسے ہی عورت کو بھی ہے

آپ ﷺ نے جینے کا حق دینے کے بعد پرورش کے حقوق کے بارے میں اللہ پاک کی ہدایات لوگوں پر واضح کیں

پیدا ہونے والے بچے کا باپ پر حق ہے کہ اس کو کھلائے پلائے، اس کو کپڑے پہنائے

آپ ﷺ کے فرامین ہمیں بچیوں کی پرورش اور تربیت کے حوالے سے ملتے ہیں

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص لڑکیوں کی پرورش سے دوچار ہو، پھر ان کی پرورش سے آنے والی مصیبتوں پر صبر کرے تو یہ سب لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بنیں گی"۔ (ترمذی:1913)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے دو لڑکیوں کی کفالت کی تو میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے"، اور آپ نے کیفیت

بتانے کے لیے اپنی دونوں انگلیوں (شہادت اور درمیانی) سے اشارہ کیا۔ (ترمذی:1914)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے پاس تین لڑکیاں، یا تین بہنیں، یا دو لڑکیاں، یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے۔“ (ترمذی:1916)

اس میں کوئی شک نہیں اولاد کی پرورش، اولاد کے درمیان فرق نہ کرنا، بیٹے اور بیٹی کے درمیان فرق نہ رکھنا یہ ماں باپ کا فرض ہے اور اولاد کا حق ہے۔

اس حق میں کہیں کمی نہ کیجئے گا

سب کے بارے میں حشر کے میدان میں پوچھ گچھ ہوگی

کسی ایک کے ساتھ کی جانے والی کمی کیسے پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے

پھر کیسے معاشرے میں ردعمل ابھرتے ہیں اور اس ردعمل کی آگ کی لپیٹ میں پورا معاشرہ آجاتا ہے

بیٹی رحمت ہے

آپ ﷺ جس دور میں تشریف لائے بیٹیاں زندہ دفن ہوتی تھیں

پھر جب آپ ﷺ نے اسی بیٹی کو باعث رحمت قرار دیا تو ذہن بدل گئے

کتنی بڑی تبدیلی اس قوم میں آئی تھی

لوگوں کے دل کی دنیا بدل گئی

لوگوں کے طور اطوار بدل گئے

کیسی تبدیلی تھی جو اس سوسائٹی میں آئی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاہلیت میں ہم عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کیا (اور ان کے حقوق) مردوں پر بتائے تب ہم نے جانا کہ ان کے بھی ہم پر کچھ حقوق ہیں لیکن اب بھی ہم اپنے معاملات میں ان کا دخیل بننا



تعلیم میرا حق ہے

- آج تعلیم کا دور ہے
- تعلیمی آزادی کی ہر طرف گونج سنائی دیتی ہے
- تعلیم کے حق پر بہت بات چیت ہے
- تعلیم کے میدان میں عورت کے حق کے حوالے سے میں ایک واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں

ایک بار ایسا ہوا کہ سیدہ عائشہ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ ابھی تھوڑی دیر پہلے جب آپ کسی سے ملاقات کے لیے جا رہے تھے تو آپ نے مجھ سے کہا کہ یہ اپنے قبیلے کا سب سے برا آدمی ہے۔ جب آپ اس سے بات چیت کرتے رہے، تو آپ نے اس کے ساتھ نہایت نرمی سے بات کی، (یہ سب کیا ہے)؟ تو آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: عائشہ! وہ بدترین آدمی ہے جسے اس کی بدکلامی کے ڈر سے لوگ (اسے) چھوڑ دیں۔ (بخاری:6054)

تبادلہ فکر (Intellectual exchange) اسی سے ممکن ہے جس کا دل و دماغ روشن ہو

- سچی بات یہ ہے

تعلیم ہی کی وجہ سے فکری آزادی ممکن ہے

تعلیم کی وجہ سے مادی ترقی کے راستے کھلتے ہیں

تعلیم ہر انسان کا بنیادی حق ہے

تعلیم ہر عورت کا حق بھی ہے

مرد کے مقابلے میں عورت کو زیادہ تعلیم چاہیے

مرد روزی کمانے کے لیے علم حاصل کرنا چاہتا ہے

عورت کو اس کے مقابلے میں زیادہ بڑا کام کرنا ہے

روزی انسان کے لیے کمائی جاتی ہے

اور انسان کو اچھا انسان بننے کے لیے تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے

میں عجیب سی بات آپ سے شیئر کرنا چاہتی ہوں۔ ایک نجی یونیورسٹی میں مجھے بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ سیمینار سے پہلے سٹاف نے اپنی یونیورسٹی کی وکالت میں بہت کچھ کہا کہ ہمارا سٹوڈنٹ جب مارکیٹ میں جاتا ہے تو باقی یونیورسٹیز کے مقابلے میں وہ اتنا ماہر ہوتا ہے کہ میدانِ عمل میں جا کر اسے مشکل نہیں ہوتی۔ بہت دیر تک یہ بات چیت چلتی رہی تو میں نے ان سے پوچھا آپ یہ بتائیے کہ آپ کا سٹوڈنٹ جب مارکیٹ میں جاتا ہے تو وہ بحیثیت انسان کیسا ثابت ہوتا ہے؟

آپ اسے اچھا انسان بنانے کے لیے کیا کرتے ہیں؟

آپ کے نصاب میں کیا گنجائش ہے؟

آپ کی ٹیچرز ٹریننگ میں کیا چیز شامل ہے؟

انہوں نے کہا یہ تو ہمارے مقاصد میں شامل ہی نہیں ہے۔

ہاں یہ سچی بات ہے کہ ہم ایسے دور میں رہتے ہیں

جہاں ہنر سکھائے جاتے ہیں

جہاں روزی کمانے کی مشین ضرور بنایا جاتا ہے
لیکن انسان کو اچھا انسان نہیں بنایا جاتا
انسان کو اچھا انسان بنانے کے لیے
اچھا مسلمان بنانے کے لیے
سب سے پہلا کردار خاندان نے ادا کرنا ہوتا ہے
اور خاندان میں یہ ذمہ داری ماں کی ہے
اگرچہ باپ اس سلسلے میں اس کا معاون اور مددگار رہوتا ہے
لیکن بچے کا زیادہ وقت ماں کے پاس گزرتا ہے
اس اعتبار سے دیکھا جائے تو
عورت کو تعلیم دینا زیادہ بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے
کیونکہ عورت نے مرد کے مقابلے میں
زیادہ بڑا کام یعنی انسان سازی کا کام کرنا ہے

دوسری طرف اگر آپ دیکھیں تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مردوں کے مقابلے میں عورت زیادہ بہتر سکول ایجوکیشن دے سکتی ہے۔ عورت جب میدان عمل میں نکلتی ہے تو بہت سے ایسے کام بھی کرتی ہے جو کام شاید مرد اس کے مقابلے میں زیادہ بہتر کر سکتے ہوں۔ دیکھیں استثنائی صورت حال تو ہر جگہ ہو سکتی ہے لیکن عمومی طور پر اللہ تعالیٰ نے عورت کے اندر ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ انسان سازی کا کام زیادہ عمدہ انداز میں کر سکتی ہے۔

ہم اگر سکول ایجوکیشن کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو ہمیں عورت بہتر طور پر یہ کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ خاندان کے بعد دوسرا بڑا ادارہ جو کردار سازی کا کام کرتا ہے وہ تعلیمی ادارہ ہے۔ سکول ہو، کالج ہو یا یونیورسٹی ہو اپنے اپنے مقام پر ہر ایک کو یہ کردار تو ادا کرنا

ہے۔اس لیے سکول ایجوکیشن کے لیے بھی عورت کو بہتر تعلیم دینے کی زیادہ ضرورت ہے۔

تیسری طرف اگر ہم دیکھیں تو معاشرے کی روحانی، شعوری، فکری ترقی کے لیے بھی عورت کا کردار اپنی جگہ بہت زیادہ ضروری ہے ۔میں سوچتی ہوں کہ وہ فکری تبادلہ (Intellectual exchange) جو تعلیم کی وجہ سے ممکن ہوسکتا ہے آج ہماری سوسائٹی میں وہ فکری تبادلہ کیوں نہیں ہوتا؟

ذرا لمحے بھر کو غور تو کیجئے ہمارے گھروں میں آپس کی بات چیت کا دائرہ کار کیا ہے؟

مسائل، مشکلات ،کھانے، لباس، گھر کی سجاوٹ، باہر کی زندگی میں زیادہ مال کمانے کی حرص

- اچھے انسان کہاں ہیں؟

اب اچھے انسان کیوں نہیں جنم لیتے ؟

محمد بن قاسم سترہ سال کا تھا جب وہ سندھ میں آیا۔آج تک یہ پورا علاقہ محمد بن قاسم کو یاد کرتا ہے۔

- سترہ سال کی عمر میں آج کے بچے کیا کرتے ہیں؟

ایک لمحے کے لیے جائزہ تو لیجئے

ہمارے دور کے بچے کیا کر رہے ہیں؟

بچوں کی کتنی بڑی تعداد ہے جو نشے میں مبتلا ہے

ہمارے وہ سکول جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ زیادہ بہتر تعلیم دے رہے ہیں ان سکولز کے حوالے سے تو دیکھئے کہ صورت حال کیا ہے؟

نہ سکول یہ ذمہ داری لینے کو تیار ہے

نہ ماں باپ اسے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں

پھر اچھے انسان جو سوسائٹی کو پر امن بنا سکیں کہاں سے آئیں گے؟

رواداری، حسن سلوک، محبت، ہمدردی، ایثار، تعاون یہ ساری خصوصیات رکھنے والے انسان کہاں ہیں؟

ایسے انسانوں کے لیے عورت کو تعلیم دینے کی ضرورت ہے

میں دور نبوی کا ایک اور واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص سے بھی قیامت کے دن حساب لیا گیا پس وہ ہلاک ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے خود نہیں فرمایا ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ {7} فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا {8}﴾

"پس جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو عنقریب اس سے ایک آسان حساب لیا جائے گا۔"

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو صرف پیشی ہوگی۔ (اللہ رب العزت کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ) قیامت کے دن جس کے بھی حساب میں کھوج کرید کی گئی اس کو عذاب یقینی ہوگا۔ (بخاری:6537)

شوہر اور بیوی کے درمیان یہ تبادلہ فکر (Intellectual exchange) اسی صورت میں ممکن ہے

جب عورت تعلیم یافتہ ہو

جب عورت پہچان رکھی ہو

جب وہ فکری طور پر آزاد ہو

جب وہ شعوری طور پر روشن دل و دماغ رکھتی ہو

رسول اللہ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہونے والے فکری تبادلے کی ایک اور مثال ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے گزارش کی کہ جاہلی دور کا ابن جدعان صلہ رحمی کیا کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔

کیا یہ (سماجی خدمت) اس کے لیے کوئی فائدہ مند ہوگی؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے یہ فائدہ مند نہ ہوگی، کیونکہ اس نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ اے اللہ! روز جزا کو میری خطائیں معاف کرنا۔ (مسلم:518)

خطا بخشی کی امید نہ ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کام کسی اور ہی نیت سے ہوتے ہیں۔ وہ نیت کیا ہے وہ رب ہی بہتر جانتا ہے۔

یہ تو بات تھی اس گھرانے کی جس کو یہ حکم دیا گیا تھا:

﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا﴾

''اور تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت میں سے جو کچھ سنایا جاتا ہے اُسے یاد رکھو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں ہے، بہت خبر رکھنے والا ہے۔'' (سورۃ الاحزاب:34)

خواتین کی تعلیمی تحریک کا سبب بننے والی آیات میں سے ایک یہ آیت بھی ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ خواتین کا اصل کام کیا ہے؟

- وہ آسمان سے پھیلنے والی روشنی

آسمان سے اترنے والی وحی کی آیات کو

نہ صرف سنیں گی اور یاد رکھیں گی

بلکہ Intellectual exchange کریں گی

یہی اصل علم ہے

آج کے دور میں جو تعلیم دی جاتی ہے اس میں کتنا کم Intellectual exchange سکھایا جاتا ہے

اس تعلیم میں بوجھ ہے جو لوگوں پر لاد دیا جاتا ہے

اپنے یہاں کی ایجوکیشن دیکھئے

کتنے کم تعلیمی ادارے ہیں

جہاں پر لوگ برابری کی بنیاد پر بات چیت کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور لوگ اس میدان میں محنت کر کے آگے چلے جاتے ہیں۔

دور جاہلیت میں تو تعلیمی میدان صرف مردوں کے لیے کھلا تھا عورت تو علم سے بہت دور تھی

اسلام نے مرد اور عورت دونوں کے لیے علم کے دوازے کھول دیے ہیں

سیدنا عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "جس کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور محنت و کوشش کر کے ان کو کھلائے پلائے اور انہیں پہنائے، تو وہ اس کے لیے روز قیامت آگ سے آڑ ثابت ہوں گی۔" (سلسلہ احادیث صحیحہ:294)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس آدمی کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی رہائش کا بندوبست کرے، ان سے رحمدلی سے پیش آئے اور ان کی کفالت کرے تو اس کے لیے یقینا جنت واجب ہو جائے گی۔" کہا گیا: اے اللہ کے رسول! اگر دو بیٹیاں ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگرچہ دو ہوں تب بھی۔" بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اگر آپ سے ایک بیٹی کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرما دیتے: اگرچہ ایک ہو تب بھی۔ (سلسلہ احادیث صحیحہ:1568)

وہ بیٹی

جسے زندگی کا حق نہیں تھا

اس بیٹی کو کیسے اسلام نے علم کا حق دلوایا

باپ کی ذمہ داری تو سب کو سمجھ آتی ہے

اسلام تو اس سے بہت آگے جا کر شوہر کو بھی ذمہ دار ٹھہراتا ہے

ہمارے فقہاء یہ کہتے ہیں

جو عورت دین کا علم اور فہم نہیں رکھتی تو اس کے شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے

اس کے لیے اسے ذاتی طور پر ایک مقام پر سے دوسرے مقام تک پہنچانے کا بھی انتظام کرنا چاہیے

اس کی تعلیم کے اخراجات بھی اٹھانے چاہئیں اور اس سلسلے میں اپنی جانب سے بھرپور تعاون کرنا چاہیے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیوں؟

ایک مرد اپنے بچوں کی تعلیم کی ذمہ داری تو اٹھائے گا اب بچوں کی ماں کی تعلیم کا بوجھ بھی وہ اٹھائے؟

- یہ اسلام ہے
- جس نے تعلیم کا حق دیا ہے
- یہی تعلیم تو ہے
- جو ایک ماں کی ضرورت ہے

کیونکہ ماں نے اپنے بچوں کو اچھا انسان بنانے کے لیے وقت دینا ہے، ان کی

کردار سازی کرنی ہے

اگر عورت تعلیم یافتہ نہیں ہوگی تو

بچے اچھے انسان بننے سے محروم رہ جائیں گے

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کو تعلیم دینا مرد کو تعلیم دینے سے زیادہ ضروری ہے

میں یہاں پر ایک اور بات واضح کرنا چاہتی ہوں

ہمارے یہاں تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہے

جس کی وجہ سے کوئی روزی کمانے کے قابل ہو جائے

حالانکہ تعلیم کا اصل مقصد اچھا انسان بنانا ہونا چاہیے

تعلیم کے مقاصد کا جائزہ لینے کی بہت ضرورت ہے

آج سوسائٹی میں تشدد عام ہو گیا

رواداری ختم ہو گئی

لوگ ایک دوسرے کے بارے میں مثبت سوچ نہیں رکھتے

انہیں انسانوں سے زیادہ جانوروں سے محبت ہو گئی

انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا سلسلہ ختم ہو گیا

ایسے میں عورت کو تعلیم دیجئے تاکہ اچھے انسانوں کا معاشرہ وجود میں آسکے اچھا انسان ہی اس دنیا کی سب سے بڑی ضرورت ہے

نبی ﷺ نے کیسا انقلاب برپا کیا تھا؟

انسان کو پورے کے پورے انسان کو اندر سے بدل ڈالا

انسانوں کی سوچ بدل گئی، نظر کے زاویے بدل گئے

گھر سے لے کر بازار تک، مسجد سے لے کر عدالت اور حکومتی ایوانوں تک ہر چیز بدل ڈالی

آج ہم اس علمی ورثہ کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ وہ کن کے توسط سے پہنچا تو حدیث کی روایت کرنے والوں کے پہلے درجے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آتی ہیں۔ صرف اتنا نہیں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہیں بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم، ان کی حکمت اتنی زیادہ تھی کہ مرد بھی ان معاملات میں ان سے مشورہ لینے کے لیے آتے تھے جن معاملات میں وہ آپس کے intellectual exchange کے بعد ناکام ہو جاتے تھے۔ فقہائے سبعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب کسی مسئلہ کے حل کے دریافت کے لیے کوشش کر بیٹھتے اور کسی نتیجے تک نہیں پہنچتے تھے تو آخر میں وہ مومنوں کی ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے آتے تھے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ پر جب بھی کوئی حدیث مشکل ہوتی اور ہم نے اس کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو ہمیں ان کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم ضرور ملا۔ (ترمذی:3883)

یہ عورت کا حق ہے جس کی جانب ہماری سوسائٹی میں توجہ نہیں دی جا رہی

ہماری سوسائٹی میں عورت کو معاشی کارکن بنانے کے لیے بھرپور کوشش کی جاری ہے

عورت معاشی کارکن بننے کے لیے پیدا نہیں کی گئی

معاش کا کام تو مرد کرے گا

اور مرد ہی عورت کی کفالت کرے گا

عورت ساتھ دینا چاہے تو کوئی حرج کی بات نہیں

لیکن جب عورت کمائے گی تو اس کا مال، اس کا مال ہے

اس مال پر اس کا حق ہے

اپنا حق پہچاننے کے لیے علم کی ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری سوسائٹی کے افراد یہ سمجھ جائیں کہ وہ کون سی تعلیم ہے جو عورت کا حق ہے۔

یہ تعلیم سارے انسانوں کا حق ہے لیکن عورت کا حق فائق ہے کیونکہ وہ انسان ساز ہے

انسانوں کی کردار سازی کے لیے عورت کی ذمہ داری زیادہ بڑی ہے

تعلیم کے حق کو ضرور پہچانیں

یہ اسلام ہے جس نے عورت کو یہ حق دیا

تعلیم کے لیے آسانیاں پیدا کیں

رکاوٹوں کو دور کیا اور تعلیم کی طرف توجہ دلوائی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ

ہماری سوسائٹی میں بھی

آسمانی تعلیم کے لیے

وحی کی تعلیم کے لیے رکاوٹیں دور کر دی جائیں

اس کے لیے حکومتی سطح پر سہولیات پیدا کی جائیں

اس کے لیے میڈیا کے توسط سے بھی اور نجی سطح پر بھی

لوگ ایک دوسرے کو توجہ دلائیں

رغبت دلائیں

ہاں تعلیم ہی سے روشن مستقبل کی توقع کی جاسکتی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا فہم دیں۔ (آمین)



میرا نکاح میری اجازت سے

تاریخ کے اوراق پلٹ کر میں آپ کو ایک ایسی مجلس میں لے جانا چاہتی ہوں جہاں ایک لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس فریادی بن کر آئی ہے اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے والد نے میرا نکاح میری مرضی کے بغیر کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اختیار دیا (کہ چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو فسخ کر لے)۔ (ابوداؤد: 2096)

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو انہوں نے ایک بیٹی چھوڑی، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری شادی اس لڑکی سے میرے ماموں قدامہ رضی اللہ عنہ نے کرادی جو اس لڑکی کے چچا تھے، اور اس سے مشورہ نہیں لیا، یہ اس وقت کا ذکر ہے جب اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا، اس لڑکی نے یہ نکاح ناپسند کیا، اور اس نے چاہا کہ اس کا نکاح مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا جائے، آخر قدامہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نکاح مغیرہ ہی سے کر دیا۔ (سنن ابن ماجہ: 1878)

چودہ سو برس سے زائد کا عرصہ گزر چکا
آج ہر طرف تعلیم کا دور دورہ ہے
اس کے باوجود نکاح کے معاملے میں لڑکی آزاد نہیں ہے
لڑکی سے پوچھنا باعث شرم اور غیرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے
لڑکی کا رائے دینا آوارگی کی علامت سمجھا جاتا ہے

ہم کس دنیا میں رہتے ہیں؟

کیا ہم محمد ﷺ کے پیروکار ہیں؟

جنہوں نے ایک بیٹی کی فریاد سنی تو کہا آزاد کر دیتا ہوں

آپ سے اجازت نہیں لی گئی

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو باطل قرار دیا ہے

لیکن جیسے ولی کی اجازت ضروری ہے

ایسے ہی ایجاب وقبول بھی نکاح کی شرائط میں سے ہے

لڑکی اور لڑکے کی رضامندی پوچھنا ضروری ہے

اس ضرورت کو ہمارے یہاں محسوس نہیں کیا جاتا۔ ہمارے یہاں ابھی تک یہ صورت حال ہے کہ ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ بڑے جو فیصلہ کرتے ہیں وہ زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ بڑوں کے تجربات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بڑے خیر خواہ زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنی اولاد کے لیے بہتری چاہتے ہیں لیکن بڑے لڑکی کے لیے جو کچھ سوچتے ہیں وہ شاید زندگی میں ویسے خواب نہیں دیکھتی۔

جس کی زندگی ہے خواب بھی تو اسی کے ہیں۔

وہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کا حق رکھتی ہے

اسے رشتے کے بارے میں

نکاح کے بارے میں

اپنے ساتھی کے بارے میں انتخاب کا حق تو ہے

اسے یہ آزادی چاہیے

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غیر کنواری

عورت اپنے آپ پر اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، اور کنواری عورت سے نکاح کے سلسلے میں اجازت طلب کی جائے گی''، عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! کنواری بولنے سے شرم کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔'' (سنن ابن ماجہ:1870)

آج کا دور ایسا ہے کہ جہاں دوشیزہ ہر معاملے میں رائے دینے کو تیار ہے
تعلیم کی وجہ سے یہ تبدیلی ضرور آئی ہے
لیکن عجیب بات ہے اگر وہ اپنے رشتے کے بارے میں بات کرے یا پسند کا اظہار کرے تو ابھی بھی یہ اچھا نہیں سمجھا جاتا

یہ کیسی آزادی ہے؟

ایک انسان نے اپنی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے
اس نے پوری زندگی کے لیے جو فیصلہ لینا ہے
اس کے بارے میں آپ اس کی سوچ کو بھی آزاد نہیں کریں گے؟
کیا وہ سوچنے کا حق نہیں رکھتی؟
اسے اس کے رب نے حق دیا ہے
اس کے پیغمبر نے حق دیا ہے
اس کی اجازت ضروری ہے

ہاں اگر کوئی کسی لڑکی کی اجازت کے بغیر جبری نکاح کر دے وہ باپ بھی ہو یا کوئی ولی ہو تو نکاح کو باطل قرار دیا جاتا ہے۔

نبی ﷺ نے خنساء بنت خزام کے نکاح کو اسی وجہ سے باطل کر دیا تھا کہ وہ اپنے رشتے پر راضی نہیں تھیں۔ سیدہ خنساء بنت خذام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے جس سے ان کی شادی کی، وہ اس کو ناپسند کرتی تھیں، جب کہ وہ پہلے بیوہ بھی تھیں،

نبی کریم ﷺ نے اس کا نکاح ردّ کروا دیا۔ (مسند احمد: 6899، بخاری: 5138)

اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین بچی کی تربیت کرتے ہیں، پرورش کرتے ہیں اور بچی سے محبت کی وجہ سے اس کے لیے اچھا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ لڑکی کے لیے زندگی گزارنے کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی ہے، وہ زندگی کو جس انداز میں گزارنا چاہتی ہے اس کو وہ نظر انداز کر دیتے ہیں۔

یہ نظر انداز کرنا دراصل اس کو قید کرنا ہے
ہاں اسے آزادی چاہیے
جیون اس کا حق ہے
اگر اسے جینے کی آزادی چاہیے
تو اسے اپنے ساتھی کے انتخاب کی بھی آزادی چاہیے
جیسے لڑکے کو انتخاب کا حق ہے لڑکی کو بھی انتخاب کا حق ہے۔

میں اس موقع پر ضرور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔

تجارتی سفر کے دوران تجربے سے نبی ﷺ کے جو اوصاف سامنے آئے میسرہ نے اپنی مالکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتائے۔ ان خصوصیات کی بنا پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ایسا ہی شخص زندگی گزارنے کے لیے منتخب کرنا چاہیے۔ اسی بنیاد پر انہوں نے پیغام نکاح بھی بھیجا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: 245,244/1)

آج کے دور میں دیکھئے ایک تو یہ ڈسکشن ہے کہ

مخلوط تعلیمی نظام کی کیا حیثیت ہے؟

اس سے قطع نظر یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جہاں لڑکیاں مخلوط تعلیمی اداروں میں پڑھتی

ہیں، جہاں وہ اپنی زندگی کا بہت سارا وقت لڑکوں کے سامنے گزارتی ہیں وہاں ایک بہت بڑی تعداد ہے جن کے دل اور دماغ میں آئیڈیل بن چکا۔اس آئیڈیل کو جب وہ کسی کی شکل میں دیکھتی ہیں کہ یہاں یہ بات پوری ہوسکتی ہے تو گھر والے اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ابھی دو دن پہلے میرے پاس ایک بچی آئی۔اس نے کہا کہ میں ایک ایسی فیملی سے تعلق رکھتی ہوں جو شیعہ ہے۔جو شخص مجھے پسند ہے وہ سنی فیملی سے ہے۔میری ماں کہتی ہیں کہ آپ اس شخص سے نکاح نہ کرو۔لڑکی کہتی ہے کہ مجھے جتنے اچھے اوصاف اپنے شوہر میں چاہئیں وہ سب اوصاف اس کے اندر موجود ہیں۔میں نے اپنے والد سے اسی لیے بات کی کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ میری زندگی کا ساتھی بن سکے۔میرے والد نے کہا ٹھیک ہے کہ ہم اس کو دیکھ لیتے ہیں۔جب انہوں نے ملاقات کی تو ملاقات کے بعد کہا کہ میں اس پر بالکل رضامند ہوں۔ماں شاید محبت کی وجہ سے، تعلق کی وجہ سے اور شاید کچھ تحفظات کی وجہ سے ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تجربات کی وجہ سے بڑے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ آنے والی زندگی میں کیا مشکلات ہوسکتی ہیں۔بچوں کو شاید اس بارے میں بہت زیادہ آگاہی نہیں ہوتی لیکن بہرحال حق تو اپنی جگہ پر ہے۔

- حق دینا لازم ہے
- اگر حقوق کو غصب کیا جائے تو معاشرتی بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے

کتنی بیٹیاں ہیں جو ماں باپ کا گھر چھوڑ کر چلی جاتی ہیں اپنے لیے کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں پاتیں اور بالآخر کتنی بیٹیاں ہیں جو دارالامان تک پہنچ جاتی ہیں۔

- ان کی زندگی کا ڈھنگ ہی بدل جاتا ہے
- وہ ایک پاک زندگی گزارنے کا خواب پورا نہیں کر پاتیں

- اس لیے جو اس کا بنیادی حق ہے اس کو دیجئے
- اللہ تعالیٰ ہم سے یہی چاہتے ہیں

نکاح لڑکے اور لڑکی کی زندگی کا بہت اہم موقع ہوتا ہے اس لیے کہ آگے کی زندگی کا جو سفر طے کرنا ہے اس کے لیے دونوں میں ہم آہنگی ضروری ہوتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کر لی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے اسے دیکھ لیا ہے؟''

(دیکھ لیے ہوتے تو اچھا ہوتا) کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے (بعد میں اس کی وجہ سے کوئی بدمزگی نہ پیدا ہو)۔ (سنن نسائی:3248)

ہمارے یہاں اسے غیرت کا مسئلہ بنا لیا جاتا ہے

ماں باپ یا بڑے فیصلہ کرتے ہیں

اور جن کی زندگی کا معاملہ ہے

ان کو اس فیصلے سے بالکل الگ کر دیا جاتا ہے

پھر بعد میں ان کے درمیان ہم آہنگی نہیں ہو پاتی جس کی وجہ سے وہ ساری زندگی تکلیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ اسلام نے اسی حوالے سے توجہ دلائی ہے کہ آپس کی ہم آہنگی کے لیے ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔

اس کے لیے مناسب صورت یہی ہے کہ رشتہ طے کرنے سے قبل لڑکا اور لڑکی باقاعدہ طور پر اپنے رشتے داروں کی موجودگی میں ایک دوسرے کو دیکھ لیں اور کچھ بات چیت کر لیں تاکہ ان کے درمیان کوئی ہم آہنگی کی صورت نکلتی ہو تو وہ بھی اس کے بارے میں بہتر فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں آجائیں۔

اسلام نے جو اصول دیا وہ سب کے لیے خوشیوں کا باعث بن سکتا ہے اور آنے والی زندگی کے لیے بہتری کا سبب بن سکتا ہے۔

نکاح کے حوالے سے کچھ اور باتیں بھی میں سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔

وہ لڑکی جو تعلیم حاصل کرتی ہے جب وہ بڑی ہو جاتی ہے تو اپنا حق پہچاننے لگتی ہے

خاص طور پر جو لڑکی نبی ﷺ کی تعلیمات کو پڑھتی ہے

اسے پتہ چلتا ہے کہ میرا نکاح میری مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا

لیکن ہماری سوسائٹی کی خواتین کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو اپنے حق کو نہیں پہچانتی

اس کے لیے باقاعدہ تعلیم کی بھی ضرورت ہے

میڈیا کو بھی اس معاملے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے

خاندانوں میں بھی اس کو رواج دینا چاہیے

اسلامی تعلیمی اداروں کی بھی ذمہ داری بنتی ہے وہ لوگوں کو اس کا علم دیں

اس کے لیے باقاعدہ طور پر اہتمام کرنے کی کوشش کریں

لڑکی اور لڑکے کا نکاح ان کی مرضی سے ہونا چاہیے

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کم سنی میں جب نکاح ہو جائے تو اسلام اس کا کیا حل دیتا ہے؟

اس کا بڑا سادہ حل ہے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کی مرضی پوچھی جائے گی اگر وہ اس نکاح میں رہنا چاہے تو ٹھیک ورنہ اس نکاح کو ختم کر دیا جائے گا۔

- اسلام نے لڑکی پر کسی کی رائے کو مسلط ہونے سے بچایا ہے
- یہ آزادی، یہ حق اسلام نے دیا ہے

الحمدللہ رب العالمین

ہمارے یہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کم سنی میں نکاح کر دیا جائے تو بچی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر پاتی۔ اس وقت اگر آپ دیکھیں تو میں سمجھتی ہوں کہ اس معاملے کی حقیقت سب باشعور لوگ اچھے طریقے سے جان سکتے ہیں۔ حالات وواقعات سب کے سامنے کھلے ہیں۔ جب آپ کم سنی میں بچوں کو ایسے سکولز اور ایسے کالجز میں بھیجتے ہیں جہاں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے رہتے ہیں تو اس کی وجہ سے جو صورت حال پیدا ہوگئی اس بارے میں بھی ضرور غور کرنا چاہئے۔

اگر لڑکی کو اس کا حق دینا چاہتے ہیں تو اس کے اس حق پر پابندی کیوں عائد کرتے ہیں کہ 18 سال سے قبل وہ نکاح نہیں کر سکتی؟

جب لڑکی کے اندر ایسے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ وقت سے پہلے نکاح کرنا چاہے یا اس کے ولی یہ دیکھیں کہ اب اس کا نکاح کر دینے میں زیادہ عافیت ہے تو لڑکی کی اجازت کے ساتھ اس کا نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اس میں حرج کی بات نہیں ہے۔

اس بات پر ضرور ارباب دانش کو غور وفکر کرنا چاہیے کہ ہماری آج کی دنیا میں لڑکی کی آزادی کو سلب کیا گیا۔

آخر اسے کیوں قید کیا گیا کہ جب تک تم 18 برس کی نہیں ہو جاتی اس وقت تک اپنا یہ حق نہیں لی سکتی؟

نکاح لڑکی کا حق ہے

اس کے لیے ناروا قانون نہیں بننے چاہئیں

ہاں اگر لڑکی یہ سمجھتی ہے کہ ابھی اسے اور زیادہ وقت چاہئے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے جبر تو ہر دو صورت میں نہیں ہونا چاہیے۔ اگر والدین جبر نہ کریں گے تو اس میں خیر ہے۔ دوسری طرف حکومتی اور قانونی جبر بھی نہیں ہونا چاہیے۔

اسی طرح سے آپ دیکھئے کہ جس وقت لڑکے اور لڑکی کے درمیان ہم آہنگی ہو جاتی ہے اور خاندان کے لوگ اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور اسے غیرت کا مسئلہ بناتے ہیں تو ماں باپ کے لیے ایسا تکلیف دہ دور شروع ہو جاتا ہے جس کا کوئی اختتام نہیں۔ انا پرستی کے چکر میں پورا خاندان مشقت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

کیا آپ اس انا پرستی کو اسلام قرار دیں گے؟

اس معاملے میں جو جبر ایک لڑکی پر کیا جائے گا کیا واقعی آپ کے رب نے آپ کو اس کا حکم دے رکھا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ والدین اور بڑے خیر خواہی کرتے ہیں لیکن جو معیار ایک لڑکی کے ذہن میں بن چکا بعض اوقات بڑے اس معیار کو سمجھنے کی بجائے اپنے مفادات کو سامنے رکھتے ہیں اور ان مفادات پر کسی بھی قیمت پر سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتے۔

میں سمجھتی ہوں کہ اس بارے میں آگہی دینے کی ضرورت ہے اور سوسائٹی کے بڑوں سے بھی بات چیت کرنے کی ضرورت ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے یہ حق دیا ہے کہ جب ولی نکاح کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو جس کا کوئی ولی نہیں سلطان اس کا ولی ہوتا ہے یعنی ریاست پھر اس ذمہ داری کو ادا کرے گی۔

(ابوداؤد:2083)

کتنی ہی لڑکیاں ہیں جو تعلیم حاصل کرتی ہیں اور پھر سنہری پنجرے میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ آپ ذرا ان ریسرچز کو دیکھیں جو ایسی خواتین کے بارے میں کی گئیں جو جاب کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہمیں سونے کے انڈے دینے والی مرغی سمجھ لیا گیا اور اب ہمارا کوئی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ ایک طرف تو یہ انتہا ہے کہ لڑکی کی اجازت نہیں لی جاتی اور دوسری

طرف یہ صورت حال ہے کہ کوئی بھی رشتہ آئے تو اس رشتے کے بارے میں لڑکی کے سامنے کوئی نہ کوئی ایسی رائے رکھی جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے رشتہ مسترد کر دیا جاتا ہے۔ پھر لڑکی ساری زندگی اسی آس میں گزار دیتی ہے کہ میرا بھی گھر بسے گا۔

کوئی ایک رخ نہیں ہے جہاں سے عورت قید ہے

جب آپ اسے معاشی طور پر آزاد کرنے کے لیے تعلیم دیتے ہیں

اس سے جاب کرواتے ہیں

اس جاب کی وجہ سے والدین پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

اس جاب کی وجہ سے اگر شادی شدہ ہو جائے تو شوہر پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

ان چیزوں کو بھی ضرور سامنے رکھنا چاہیے۔

نکاح خوشی کے لیے ہے

خوشیاں ہم آہنگی سے ہیں

خوشیوں بھری زندگی کے لیے

ایک دوسرے کی رائے اور پسند کا احترام کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)



بحث ومباحثہ اور رائے دینا میرا حق ہے

تاریخ کے اوراق پلٹ کر جب ہم مدینہ کی ریاست میں پہنچتے ہیں تو خلیفۃ المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت سے لوگوں کی بھیڑ میں مسجد سے نکل رہے ہیں۔ جارود بن معلیٰ ان کے ساتھ ہیں۔ راستے میں ایک عورت انہیں ملتی ہے جو ان سے بات کرنا چاہتی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دیر تک اس عورت کے ساتھ بات کرتے رہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا پھر فرمانے لگیں: اے عمر! میں نے تجھے عکاظ میلے میں دیکھا، اس وقت تیرا نام عمیر تھا، تم اپنی لاٹھی سے بکریاں چرایا کرتے تھے، پھر کچھ عرصہ بیت جانے کے بعد تیرا نام عمر رکھ دیا گیا۔ پھر تم امیر المومنین بن گئے۔ رعایہ کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور خوب اچھی طرح سے جان لو کہ جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈر گیا اللہ تعالیٰ اس کے بعید کو قریب کر دیتا ہے۔ جو موت سے ڈر گیا وہ وقت ضائع کرنے سے اندیشہ محسوس کرتا ہے۔ جس نے حساب کتاب کا یقین رکھ لیا وہ عذاب سے ڈرتا رہتا ہے۔ وہ دیر تک نصیحت کرتی رہیں تو جارود بن معلیٰ نے کہا: اے خاتون! تم امیر المومنین کے حق میں بڑی زیادتی کر رہی ہو۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس خاتون کو نہیں جانتے ہو، یہ جلیل القدر خاتون وہ عظیم ہستی ہے کہ جس کی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سنا، عمر کی کیا مجال ہے کہ اس کی باتوں کو نہ سنے۔ اللہ کی قسم! یہ جب تک باتیں کرتی رہے گی عمر کھڑا سنتا رہے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ساری باتیں سنیں اور جو انہوں نے مطالبہ

کیا اسے پورا کیا۔تسلی سے نصیحت آموز باتیں کرنے کے بعد وہ خاتون وہاں سے واپس ہوئیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اگر یہ ساری رات بھی یہاں کھڑی مجھ سے نصیحت آموز باتیں کرتی رہیں تو میں یہاں کھڑا ان کی باتیں سنتا رہوں گا۔اگر اس حالت میں نماز فجر کا وقت ہوگیا تو نماز ادا کرنے کے لیے جاؤں گا اور پھر واپس آ کر ان کی باتیں سنوں گا۔(استعیاب لابن عبدالبر:91/2،اسد الغابہ:343/3) یہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اس واقعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس سوسائٹی میں ایک خاتون کو کتنا احترام اور کتنی عزت دی جاتی تھی اور پھر خاتون بھی ایسی جو مالدار نہیں ہے۔ان خاتون کی فضیلت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اپنے شوہر کے بارے میں ایک پریشانی لے کر آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کان لگا کر ان کی گفتگو سنتے رہے اور پھر ان ہی کے حق میں اٹھائیسویں پارے کے آغاز کی آیات نازل ہوئیں:''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں آپ سے جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہی تھی۔''(سورۃ المجادلہ:1) اسی واقعہ کو بنیاد بنا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جارود کو جواب دیا کہ یہ مجھے جب تک کھڑا رکھیں گی میں ان کے حق میں کھڑا رہا ہوں گا۔ہاں وہ لوگ ایسے تھے جو عورت کے حق کو پہچانتے تھے اور اسے جائز مقام دیتے تھے۔

میں اس عدالت کی بات بھی کرنا چاہتی ہوں جس عدالت میں ایک مقدمے کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ تشریف لائی ہیں۔قاضی نے انہیں کہا کہ آپ آ کر اپنی گواہی دیں۔وہ جب گواہی دے چکیں تو قاضی نے کہا کہ اب دوسری عورت آئے گی۔اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے کہا: قاضی صاحب ٹھہریئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اگر ایک بھولے تو دوسری یاد دلا دے۔میں بھولوں گی تو دوسری مجھے یاد دلائے گی۔یعنی استثنائی صورت حال تو کہیں بھی ہوسکتی ہے۔

ہم جب اس دور کی خواتین کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کتنی آزادی کے ساتھ اپنے رائے دیتی تھیں۔ تاریخ دمشق اور امام بیہقی کی شعب الایمان میں ایک واقعہ کا تذکرہ ہے۔ سیدہ اسماء بنت یزید رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتی ہیں اور آپ ﷺ سے کہتی ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ مرد تو ہم سے بازی لے گئے۔ یہ باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں، یہ صدقہ وخیرات کرتے ہیں، یہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جاتے ہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ عورتوں کے لیے کیا ہے؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کا خیال رکھتی ہے، گھریلو ذمہ داریوں میں اپنے شوہر کی مرضی کو پیش نظر رکھتی ہے وہ عورت مردوں کے ثواب کو پالے گی۔ یعنی جیسے مرد اپنے کام کر کے اجر وثواب حاصل کرتے ہیں اسی طرح عورت بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر کے مردوں کے برابر اجر وثواب حاصل کر سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خاص طور پر توجہ دلائی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''کیا تم نے اس خاتون کی بات سنی؟ اس نے دینی لحاظ سے کتنا عمدہ سوال کیا ہے، کیا تم نے کسی کو اس انداز سے سوال کرتے ہوئے سنا؟'' تو صحابہ کرام نے فرمایا: ''اے اللہ کے رسول! ہم نے اس سے پہلے کسی کو اس انداز میں سوال کرتے نہیں سنا۔'' ہاں وہ دور ایسا تھا جب عورت کی قدر کی جاتی تھی، اس کو دانش مند تسلیم کیا جاتا تھا اور اس کی رائے کا خیال رکھا جاتا تھا۔

میں ایک ایسا واقعہ بھی آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جو تاریخ اسلامی کا بڑا نادر اور عجیب واقعہ ہے۔ یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ جب صلح نامہ کی تحریر سے فراغت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اٹھو! قربانی کر ڈالو اور سر منڈوا ڈالو۔'' راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم کوئی شخص بھی ان میں سے نہ اٹھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر جب ان میں سے کوئی نہ اٹھا تو

آپ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے (یہ سب واقعہ) بیان کیا، جو لوگوں سے آپ ﷺ کو پیش آیا تھا۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا نبی اللہ! کیا آپ یہ بات چاہتے ہیں؟ آپ باہر تشریف لے جائیے اور ان میں سے کسی کے ساتھ کلام نہ کیجیے، یہاں تک کہ آپ اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کر دیجیے اور اپنا سر مونڈھنے والے کو بلائیے تاکہ وہ آپ کا سر مونڈھے۔ چنانچہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے کچھ گفتگو نہیں کی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے (سب کچھ) کرلیا۔ اپنے قربانی کے جانور ذبح کر لیے اور اپنے سر مونڈھنے والے کو بلایا، اس نے آپ ﷺ کا سر مونڈھ دیا، پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ دیکھا تو اٹھے اور انھوں نے بھی قربانی کی اور ان میں سے ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگا۔'' (بخاری:2732)

میں یہ بات ضرور آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ آج کے دور میں اور اس دور میں بڑا فرق تھا۔ وہ ایسا دور تھا جس میں عورت کو زندگی کا حق نہیں تھا، تعلیم کا حق نہیں تھا۔ اس کی ذات کی کیا حیثیت تھی؟ اس سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ سوتیلا بیٹا بھی اگر اپنی سوتیلی ماں پر چادر ڈال دیتا تو باپ کی بیوہ اس کے نکاح میں آجاتی تھی۔ جہاں عورت کی کوئی ہستی ہی نہیں تھی وہاں رسول اللہ ﷺ نے عورت کو یہ مقام دیا کہ اس کی رائے کے مطابق آپ ﷺ تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہنے کی بجائے آپ ﷺ نے جانور قربان کیا، سر منڈوایا، احرام کھول دیا پیچھے پیچھے سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے ویسے ہی کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک عورت کو اس قدر حق دیا۔ ہاں اسلام نے ہی عورت کو آزاد کیا۔ ہمارے یہاں سب سے بڑی مسئلہ یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ملا لیا جاتا ہے۔ یہ مفروضہ ہے کہ آج کے مسلمان اسلام پر چل رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب کو اپنے سچے دین کی طرف توجہ کرنے اور اس کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

میں بحث ومباحثہ کی کچھ اور مثالیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت رہیں۔ وہ ذہین خاتون تھیں، بہت زیادہ جری بھی تھیں اور پر اعتماد بھی تھیں۔ وہ سوال کرتے ہوئے کسی جھجک کو خاطر میں نہیں لاتی تھیں۔ ان کے سامنے جب کبھی کوئی بات ہوتی تھی تو وہ تحقیق کیے بغیر بات کو قبول نہیں کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ﴾ ''جس دن بدل جائے گی زمین اس زمین کے سوا اور آسمان بھی بدل دیے جائیں گے'' (ابراہیم: 48) اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پل صراط پر ہوں گے۔'' (مسلم: 7056) یہ امت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کی وجہ سے دینی معاملات کو سمجھنے کے قابل ہوئی ہے کیونکہ وہ سوال کرتی تھیں، ڈسکشن کرتی تھیں اور اس کے نتیجے میں الجھنیں دور ہوتی تھیں۔

اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء نے پوچھا رسول اللہ ﷺ سے، حیض کا غسل کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پہلے پانی بیری کے پتوں کے ساتھ لے اور اس سے اچھی طرح پاکی کرے (یعنی حیض کا خون جو لگا ہوا ہو دھوئے اور صاف کرے) پھر سر پر پانی ڈالے اور خوب زور سے ملے یہاں تک کہ پانی مانگوں (بالوں کی جڑوں) میں پہنچ جائے۔ پھر اپنے اوپر پانی ڈالے (یعنی سارے بدن پر) پھر ایک پھاہا (روئی یا کپڑے کا) مشک لگا ہوا لے کر اس سے پاکی کرے۔'' اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیسے پاکی کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ پاکی کرے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے چپکے سے کہہ دیا کہ خون کے مقام پر لگا دے پھر اس نے جنابت کے غسل کو پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی لے کر اچھی طرح طہارت کرے۔ پھر سر پر پانی ڈالے اور ملے یہاں تک کہ پانی سب مانگوں میں پہنچ جائے، پھر اپنے سارے بدن پر پانی ڈالے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: انصار کی عورتیں بھی کیا عمدہ عورتیں تھیں۔ وہ دین کی بات پوچھنے میں شرم نہیں کرتی تھیں۔ (صحیح مسلم:750)

اس حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ زندگی کا کوئی معاملہ ایسا نہیں تھا جس کے بارے میں اس دور کی خواتین سوال نہ کرتی ہوں کیونکہ وہ عمل کرنا چاہتی تھیں۔ وہ اسلامی طرز زندگی کو اپنائے ہوئے تھیں۔ وہ زندگی میں اسلام کو برتنا چاہتی تھیں۔ وہ کوئی عمل ایسا نہیں کرنا چاہتی تھیں کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑ ہو اس وجہ سے ہر ایک چیز کو وضاحت سے سمجھتی تھیں۔ اسی طرح سے صحابیات کو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ سے جو سوال براہ راست نہیں ہو سکتے تھے ان کے بارے میں پوچھنے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی دیگر ازواج مطہرات کے پاس پہنچتی تھیں تا کہ دین کے معاملے میں پوری وضاحت ہو جائے۔ ڈسکشن کا فورم عورت کے لیے کھلا رکھا گیا۔ وہ بحث ومباحثہ کا حق رکھتی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ جس حدیث میں نبی ﷺ نے عورت کے بارے میں ایک خاص پس منظر میں فرمایا کہ وہ عقل اور دین کا نقص رکھتی ہے تو ہمارے یہاں علم والوں نے اس کو بنیاد بنا کر اس کو خواتین کے سارے طبقے پر Impose کر دیا حالانکہ استثنائی مثالیں تو ہمیشہ ہوتی ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ مرد کی ذہانت اور عورت کی ذہانت میں فرق ہے۔ عورت جزویات میں جا کر پوری تفصیل کے ساتھ کسی معاملے کا جائزہ لیتی ہے اور مرد کلی طور پر اس کا جائزہ لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مرد بڑے معاملات کی بات کرتا ہے اور عورت چونکہ بچوں کی پیدائش، ان کی پرورش، ان کی تربیت اور ایسے ہی دیگر معاملات میں مصروف ہوتی ہے جہاں جزویات تک دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اس وجہ سے اس کی سوچ کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عورت اور مرد کے حوالے سے اسلام کا موقف یہ ہے کہ دونوں پیدائش کے اعتبار سے بھی برابر ہیں، نیک اعمال اور ان کے اجر کے

اعتبار سے بھی برابر ہیں، دونوں کو مال رکھنے کا بھی، جائیداد رکھنے کا بھی، کمانے کا بھی پورا حق ہے، انسان ہونے کے ناطے جو کام مرد کرسکتا ہے وہ کام اچھے طریقے سے عورت بھی کرسکتی ہے۔ دونوں میں صرف تھوڑا سا فرق ہے۔ دونوں کی قوت میں فرق ہے، سوچ کے انداز میں فرق ہے، فطری صلاحیت میں فرق ہے اسی کے مطابق رب العزت نے دونوں کے کاموں کی تقسیم کی ہے۔ اس کو تسلیم کرنا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت دی ہے، وہ اپنی ذہانت کا بہتر استعمال کرسکتی ہے اور کرتی بھی ہے۔ اسے اس سے بھی آگے بڑھ کر ذہانت کا استعمال کرنا چاہیے۔ عورت اور مرد دونوں ہی ساتھی بنیں تو زندگی خوب صورت ہو جاتی ہے۔ جب عورت اور مرد کے مابین گفتگو کا سلسلہ محض حیاتیاتی سطح پر رہے مثلاً خوراک، لباس اور ایسے ہی دوسرے معاملات موضوع گفتگو بنے رہیں تو ظاہر ہے کہ وہاں پر عورت کی ذہانت اور جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت پورے طریقے سے کام میں نہیں آتی۔ خاندانی زندگی کے معاملات کو سلجھانے کے لیے عورت جو کردار ادا کرتی ہے اکثر اوقات مرد وہ کردار ادا نہیں کر پاتا اس لیے دونوں کو مل کر معاملات طے کرنے چاہئیں۔ بحث ومباحثہ کا حق، رائے کا حق رب نے دیا ہے۔ اس حق کو ہمیں لینے کی ضروت نہیں ہے، اس کے لیے احتجاج کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ حق تو ہمیں پہلے ہی مل چکا۔ ہمیں تو پہلے ہی زنجیروں سے آزادی ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں فہم نصیب فرمائے۔ (آمین)

کمانا میرا حق ہے

کمانا اگرچہ ذمہ داری کا کام ہے لیکن آج کے دور میں کمانے کے بارے میں لوگ اس لیے concious ہیں کہ جو کماتا ہے وہ اپنی ذات کے بارے میں زیادہ اختیار رکھتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے یعنی کمانا گویا آزادی کے لیے لائسنس دیتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ کہتے تھے کہ میری خالہ کو طلاق ہوئی۔ اور انہوں نے چاہا کہ اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لیں سو ایک شخص نے ان کو جھڑکا ان کے باہر نکلنے پر۔ اور وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں تم جاؤ اور اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لو اس لیے کہ شاید تم اس میں سے صدقہ دو (تو اوروں کا بھلا ہو) یا اور کوئی نیکی کرو۔" (کہ تمہارا بھلا ہو)۔ (صحیح مسلم:3721)

یہ ہمارا دین ہے۔ اس دین میں وہ پابندیاں نہیں ہیں جو آج سمجھی جاتی ہیں۔ جب کسی عورت کے لیے ایسی مشقت کی صورت حال ہے کہ اس کو گھر سے باہر نکلے بغیر کوئی support کرنے والا نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے کہ عدت میں وہ گھر سے باہر نکل سکتی ہے لیکن یہاں جس حوالے سے میں اس واقعہ کو آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ آپ ﷺ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خالہ کو کام کرنے کی آزادی دی، کمانے کی آزادی دی۔ درختوں سے پھل اتروانا کوئی آسان کام نہیں ہے پھر ان کو sale کرنا ظاہر ہے ہمارے یہاں normally یہ کام مردوں کے سمجھے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی خاتون کرنا چاہے تو اس راستے

میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ! اگر میں ابوسلمہ (اپنے پہلے خاوند) کی اولاد پر خرچ کروں تو کیا اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے کہ وہ تو میری اپنی اولاد ہیں؟'' آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: ''ان پر خرچ کرو، تم جو کچھ ان پر خرچ کروگی اس میں تمہارے لیے اجر ہے۔'' (صحیح بخاری:1467)

وہ دباغت کا کام کرتی تھیں یعنی چمڑا رنگنے کا۔ تو خود آپ ﷺ کے گھر کی خاتون بھی اپنے لیے کمائی کا ایک ذریعہ بنائے ہوئے تھی اس لیے کہ ان کے 8 بچے تھے۔ نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا لیکن ابوسلمہ کے جانے کے بعد وہ ان بچوں کو پالنے کے لیے کام کرنا چاہتی تھیں تو کمائی کرنے کا انہیں حق تھا۔ یہ ذمہ داری ان کے سر پر تھی انہوں نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا، تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میری زکاۃ ادا ہوجائے گی اگر میں اپنے شوہر پہ جو محتاج ہیں، اور اپنے بھتیجوں پہ جو یتیم ہیں صدقہ کروں، اور میں ہر حال میں ان پر ایسے اور ایسے خرچ کرتی ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ دست کاری کرتی تھیں (اور پیسے کماتی تھیں)۔ (ابن ماجہ:1835)

کیونکہ ان کے شوہر کے پاس اتنا مال نہیں تھا اور وہ خاتون اتنی باشعور تو تھیں جانتی تھیں کہ یہ میرا مال ہے۔ ہمارے یہاں کی عورت کی طرح نہیں تھی کہ وہ جاب کرے، جرس کرے تب بھی اس کا مال اس کا نہیں سمجھا جاتا۔ شوہر اس پر حق سمجھتا ہے۔

نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اور جو خاتون ان کے

جو ہے وہ سنتا نہیں، سمجھتا نہیں اس کے ساتھ ہم کیسے بات چیت جاری رکھیں؟ اس کی پرواہ کیے بغیر کہ بچہ سنتا ہے یا سمجھتا ہے یا نہیں، اس کی عمر سننے سمجھنے کی ہے یا نہیں، ایک دن کا بھی بچہ ہو تو ماں کو چاہیے کہ اس کو کلمہ سنائے، درود سنائے زبان اظہار کرتی رہے کہ میرا بچہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے گا، صحابہ کرام جیسا بنے گا، اپنے رب کو راضی کرے گا اور ماں باپ کے لیے صدقہ جاریہ بنے گا۔ ماں کبھی یہ نہ سمجھے کہ بچے کو پتہ نہیں چلا یہ نشانہ بالکل ٹھیک بیٹھے گا، اس کے بہت اچھے نتائج آئیں گے ان شاء اللہ۔

ماں کو اعلیٰ اخلاق بھی اپنانے ہیں تاکہ وہ اعلی اخلاق بھی سکھا سکے۔ ماں خاندان کی روح رواں ہوتی ہے اسی کی وجہ سے گھر کا نظام قائم رہتا ہے۔ اگر ماں باپ اپنے بچوں کو اچھی تربیت دیں تو بچے معاشرے کے لیے بہترین افراد ثابت ہوتے ہیں۔

ماں اپنے بچے کی اصلاح کیسے کرے گی جب کہ اسے خود غصہ بہت آتا ہے؟ اس کے اندر شفقت اور ممتا بھی ہے لیکن غصہ آتا ہے تو ساری محبت بھول جاتی ہے۔ مجھے کسی نے بتایا کہ ہمیں اپنی امی کے غصے کا پتہ ان کے ناک کے سرخ ہونے سے لگتا تھا پھر ہم سب چھپ جاتے تھے۔

ایک ماں کو ضرور چاہئے کہ سیدہ ہاجرہ جیسا صبر اور توکل سیکھے

سیدنا لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی جو مصیبت تمھیں پہنچے اس پر صبر کرو۔ تو یہ کوئی سادہ سی بات نہیں ہے، کہ آپ صرف زبانی طور پر بچے کو کہتے رہیں کہ صبر کرو، صبر کرو اور بچہ صبر سیکھ جائے۔ کیسی عجیب بات ہے دس کھانے ٹیبل پر لگا کر بچہ کھانا دیکھ کر روٹھا ہی رہتا ہے۔ ماں باپ ایسا لگتا ہے بچے کے غلام ہو گئے ہیں۔

بچے کو صبر سکھانا ہے تو اسے کسی چیز سے محروم بھی کریں

سب کچھ پا لینے والا کب صبر سیکھ سکتا ہے؟

صبر تو وہی سیکھتا ہے جیسے محرومی ملے

بچے کو بخیلی سے، حریص سے بچائیں

بچے کو شکر ادا کرنا سکھائیں

بچے کو اپنے بڑوں کی محبت اور شکر ادا کرنا سکھائیں

بچے کو اپنے جیسے بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا سکھائیں

اس کی شکایتوں پر توجہ نہ دیں

اس کی شکایتوں پر اس کو Appreciate نہ کریں

اپنے بچے کو نماز پڑھنے کا عادی بنائیے

آپ نے کامل مسلمان بنانا سکھانا ہے اپنے بچے کو بھی، اردگرد والوں کو بھی، ان شاءاللہ ظاہر ہے جب ماں باپ، اردگرد والے سب مل کر بچے کی تربیت کریں گے ماں کا رول اس حوالے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ بچہ ماں سے زیادہ سیکھتا ہے۔ وہ ماں سے کھانا پینا سیکھتا ہے۔ وہ ماں سے اٹھنا، بیٹھنا سیکھتا ہے، زبان سیکھتا ہے تو حکمت کے ساتھ ،محبت کے ساتھ بچے کو سکھائیں، اسے نفسیاتی بیماریوں سے بھی بچایئے، خجالت، شرمندگی، غصہ، غم اور اسی نوعیت کے خوف دوسری کیفیات سے اس کو بچائیں اور اس کو حقیقت میں ایک اللہ کا خوف سکھائیں گی تو اس کی وجہ سے دوسرے خوف اس کے دل سے نکلیں گے اور غم کی بجائے اللہ تعالیٰ سے امید باندھنی سکھائیں گی تو اس کی وجہ سے دل کا غم اللہ تعالیٰ سے امید بندھ جائے گی اور جس وقت اسے غصہ سے بچائیں گی تو اس کے لیے توکل کرنا آسان ہو جائے گا۔

تربیت کرنا لازم ہے

تربیت کر کے بچے کو اچھا انسان وہی ماں بنا سکتی ہے جس ماں کے پاس وقت ہو

جس ماں نے روزی کمانے کے لیے بھی نکلنا ہے، جس کے پاس سارے دن کا وقت نہیں ہے، وہ اپنے بچے کو کیسے اچھا انسان بنا سکتی ہے؟

ماں کی ذمہ داریاں ادا کرنا، یہ کام وقت مانگتا ہے اس کام کو productive کیوں نہیں سمجھتے؟

یہ کام تو سب سے زیادہ نفع مند ہے

اور کون سا نفع چاہیے؟

جس کے پیچھے عورت بھاگے گی تو اسے زیادہ نفع ملے گا

سب سے بڑا نفع اولاد کا فائدہ مند بننا ہے

آپ اپنے پیچھے اچھے انسان کو چھوڑ جائیں گی تو وہی تو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنے گا

اپنے بچے کی اچھی شخصیت کے لیے اپنے بچے کو وقت دیجئے اور اس وقت کو اپنے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت سمجھئے، دولت سمجھئے، یہی وقت کا بہترین استعمال ہے، یہی دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ یہی دنیا اور آخرت میں کام آنے والی چیز ہے۔

اپنے بچے کی تربیت کرنا ہر ماں کا حق ہے

ماں کو گھر کے میدان سے باہر کے میدان میں نہ لائیے

گھر کا میدان اس کے لئے زیادہ اہم ہے

ماں کو بچے کی تربیت کے حق سے محروم نہ کیجئے

ایک آزاد ماں وہی ہے جو معاش کی فکر سے آزاد ہے

اپنے بچے کی تربیت کے لیے اسے آزادی کا وقت میسر ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے سب ماؤں کو اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیدہ مریم علیہا السلام جیسی آزادی میرا حق ہے

تذکرہ ہے تاریخ کی عظیم بیٹی کا
جس کی حیا کی گواہی جہانوں کے بادشاہ نے دی
وہ ہستی جس کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا گیا
ان کے سوا کسی دوسری عورت کا نام قران حکیم میں نہیں لیا گیا
جن کی پیدائش سے پہلے ان کی والدہ پرندوں کی آوازوں کو سن کر اور ان کو چوگا چگتے دیکھ کر حسرت محسوس کرتی تھیں۔
ان کا واقعہ اللہ رب العزت نے سورۃ آل عمران میں بیان کیا

﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۳۵) فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (۳۶) فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾

''جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔'' پھر جب اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا: ''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا ''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا، اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔'' (آل عمران:35-37)

اس واقعہ کا تذکرہ ہے جو ہماری راہنمائی اس طرح سے کرتا ہے کہ ساری دھند چھٹ جاتی ہے سب کچھ روشن نظر آنے لگتا ہے

آزادی ہمارا خواب ہے
ہمارا رب بھی ہمیں آزاد دیکھنا چاہتا ہے
لیکن کیسی آزادی؟
کس چیز سے آزادی؟
اس کا فیصلہ پیدا کرنے والے سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے
یہ آزادی ہے عام معمولات سے
آزادی ہے دنیا کے معمولات سے

آزادی ہے رب کے لیے

زندگی کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے

سیدہ مریم کا مقصد بہت بڑا تھا جس کا تعین ان کے رب نے کیا

اور جانتے ہیں رب العزت نے اس کے بدلے میں انہیں کیا دیا؟ سیدنا زکریا علیہ السلام جب ان کے پاس عبادت خانے میں آتے ان کے پاس رزق پاتے۔

آزاد انسان کو یہ رزق نصیب ہوتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کے لیے جو آزاد ہو جائے

اسے کتنا اعلیٰ درجے کا رزق نصیب ہوتا ہے

سیدنا زکریا علیہ السلام جب سیدہ مریم علیہا السلام سے پوچھتے یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ سارے دن کی مشقت کے بعد نہیں، سارا دن، ساری زندگی، خاک چھاننے کے بعد نہیں، ایک اللہ کے حضور حاضر رہنے کا بدل کتنا بڑا ہے۔ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

حقیقت یہ ہے رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ آج سب لوگ جس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے وہ یہی ہے۔

ہر کوئی رزق چاہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے رزق میرے چاہنے سے، میرے کام کرنے سے مجھے ملے گا۔

مرد تو رزق کی تلاش میں ہے

عورت بھی رزق کی تلاش کے لیے آزادی چاہتی ہے

ہمارے رب نے ہمیں بتایا ہے کہ دیکھو!

جو اپنے آپ کو میرے لئے آزاد کر دے گا

میں اسے کتنا بے حساب رزق عطا کروں گا
الحمدللہ رب العالمین

سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے جب عزم کے ساتھ دعا کی کہ میرے پیٹ کا بچہ آپ کے لیے آزاد ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے، انہیں امید سے کر دیا۔ سیدنا مریم علیہا السلام کی پیدائش سے پہلے تو ماں یہ سمجھتی تھی کہ میرے ہاں بیٹا ہوگا جو ہیکل کی خدمت کرے گا اس طرح سے بچے کو اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کرنے کا فائدہ ہوگا۔ جب پیدائش کا مرحلہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا کر دی۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نہایت پریشان ہوئیں کہ بیٹا اور بیٹی تو برابر نہیں ہوتے اس اعتبار سے کہ بیٹے تو باہر جائیں ان کے بارے میں والدین کو پریشانی نہیں ہوتی بیٹے کا جو سوشل Status ہوتا ہے وہ بیٹی کا نہیں ہوتا۔

یہ کیسے ہوگا کہ ایک بیٹی اللہ کے لیے آزاد کر دی جائے؟
کون ہے جو اپنی بیٹی کو آزاد کرنا چاہے؟
وہ رب ہے جس نے ہمیں یہ حق دیا ہے
ہم اس کے لیے آزاد ہو سکیں
اللہ تعالیٰ نے تاریخ میں پہلی بیٹی کو اپنے لیے قبول کر لیا

ہمارا رب کتنا مہربان ہے، کتنا کریم ہے، وہ کتنا رحم کرنے والا ہے، وہ سچے جذبوں کا قدردان ہے۔ اس نے سچے دل سے آزاد کیے ہوئے بچے کو قبول کر لیا۔

پھر جس وقت سیدہ مریم علیہا السلام، دنیا کی انوکھی بچی، ماں کی گود سے ہیکل میں پہنچا دی گئیں، وہ مرحلہ بھی کتنا عجیب ہوگا۔ آپ ایک لمحے کے لیے تصور کر کے تو دیکھیں چھوٹی سی بچی ہے اس کو سنبھالنے کے لیے اب ماں نہیں چاہیے، کوئی اور چاہیے اور وہ کون ہوگا؟ وہ وقت بھی کیسا تھا جب ہیکل کے خدمت گار اپنے اپنے قلم پانی میں ڈال رہے تھے۔ یہ ان کا

طریقہ کار تھا یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ کون مریم کی کفالت کرے گا کیونکہ سب چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جس بچی کو آزاد کیا گیا، اس بچی کو رب نے قبول کر لیا اب اس بچی کی خدمت ہم کریں۔

جانتے ہیں کہ قرعہ کس کے نام نکلا؟

سیدنا زکریا علیہ السلام کے نام

اور سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کی ذمہ داری سیدنا زکریا علیہ السلام پر ڈال دی گئی

اپنا گھر

ابھی تو Association بھی نہیں تھی

اپنی ماں

ابھی تو وہ تعلق بھی نہیں تھا

ابھی تو رشتوں کی پہچان بھی نہیں تھی

کہ سیدہ مریم علیہا السلام ہیکل پہنچا دی گئیں۔ کتنے خوبصورت ماحول میں آنکھ کھولی لیکن اس بچی کے اردگرد کھلونے نہیں تھے۔ اس دور میں ان کے پاس سکھیاں سہیلیاں بھی نہیں تھیں۔

ان کے اردگرد کا ماحول کیسا تھا؟

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے لوگ اکٹھے ہوتے تھے

ہیکل کے خدمت گار اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے

اور اللہ پاک نے فرشتوں سے کہا اور فرشتوں نے پکارا

﴿يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (۴۲) يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾

''اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور تمام دنیا کی عورتوں میں آپ کو منتخب کیا ہے۔ اے مریم! اپنے ربّ کی اطاعت کرو، سجدے کرتی رہو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو۔'' (آل عمران:42،43)

سبحان اللہ! ہمارا رب کتنا کریم ہے

وہ عورت کو سب کے ساتھ سجدے کرنے کی آزادی دیتا ہے

وہ عورت کو رکوع کرنے کی آزادی دیتا ہے

وہ عورت پر عبادت گاہوں میں جانے کی پابندی عائد نہیں کرتا (الحمدللہ)

ہم بات کر رہے تھے کہ یہ ماحول تھا جس میں سیدہ مریم علیہا السلام کی پرورش ہوئی اور یہ کام تھا جس میں وہ ساری زندگی مصروف رہیں۔ اپنے رب کی عبادت، رکوع اور سجدے ساری دنیا کے انسانوں سے سارے معمولات سے آزادی ہے۔

یہی بات تو ہمارا رب ہمیں کہتا ہے

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (۷) وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

''چنانچہ جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کیجئے۔ اور اپنے ربّ ہی سے دل لگائیے!'' (الم نشرح:8,7)

سیدہ مریم علیہا السلام تاریخ کی وہ واحد بیٹی ہیں جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں کیا گیا۔

یقیناً ان کا کردار تمام انسانوں کے لیے مثالی بیٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔

وہ ایسی خاتون تھیں جنہیں حقیقی آزادی ملی تھی

آزادی کے لیے کوشش کرنا چاہتے ہیں؟

یہ ہے مقام آزادی!

اس مقام کے لیے کوشش کرنی چاہیے

سورہ التحریم میں رب العزت کی گواہی ہے
جہانوں کے بادشاہ نے گواہی دی ہے
ایک عورت کی

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم:12)

سبحان اللہ!

آزاد بیٹی کی پہلی صفت ہے ''پاکبازی''
وہ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرتی تھی
یہ ہے آزادی، ہوس ناک نظروں سے
اردگرد کے ماحول کی آلودگیوں سے

یہ کیسی آزادی ہے؟
حیا کی آزادی
عزت کی آزادی
پاکیزگی کی آزادی

وہ بیٹی جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھے طریقے سے قبول کیا تھا، جس کی پرورش ایک عبادت گاہ کے اندر ہوئی! تاریخ کی وہ پہلی بیٹی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے قبول کیا اور خود رب العزت نے فرمایا کہ اس کو بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا۔

سیدہ مریم علیہا السلام نے کیا کیا؟

اپنی عزت کی حفاظت کی

یہ وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ اپنی پاک کتاب میں کیا جہان والی عورتوں کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام مثال بنیں اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی

ہر بیٹی کی زندگی کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام مثال ہیں

بگڑے ہوئے معاشرے میں، بگڑی ہوئی قوم کے درمیان رہ کر بھی کوئی عورت کیسے پاک رہ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام کی مثال دی ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کس طرح ہیکل میں اپنے رب کی محبت، اپنے رب کے تعلق کے ساتھ پروان چڑھتی رہیں۔ ان کا دل پاک اور شفاف تھا۔

اس میں بہت بڑی نشانی ہے ہر عورت کے لیے، ہر بیٹی کے لیے جو رب کی ذات پر یقین کے ساتھ اور اس کے ساتھ گہرے تعلق کے ساتھ پروان چڑھتی ہیں وہی تو حیا کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوتی ہیں۔ الحمدللہ

آج کی دنیا میں اپنی حیا کی حفاظت کرنا کس قدر مشکل ہو گیا

کیا آپ اسے آزادی سمجھتے ہیں؟

ریڈرز ڈائجسٹ میں ایک ایسی خاتون کی سٹوری آئی جو مسلمان نہیں تھیں۔ جاب کرنے والی خاتون بیمار ہوئیں تو انہوں نے اپنے باس سے کہا کہ مجھے ٹانگیں چھپانے کی اجازت دے دیں جب تک میں ٹھیک نہیں ہو جاتی۔ تو انہوں نے کہا اگر آپ ٹانگیں چھپانا چاہتی ہیں تو جاب چھوڑ دیں۔

یہی غلامی ہے پہچان لیں

یہ آزادی نہیں ہے

کیا اپنے جسم پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے؟

اپنی حفاظت کرنا آزادی کے لیے ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی سمجھ نصیب فرمائے۔

اللہ پاک نے سیدہ مریم علیہا السلام کو ایک اور ذمہ داری کے لیے منتخب کیا تھا۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ پاک نے بن باپ کے بچہ عطا کیا۔ جب وہ اپنی قوم کے سامنے اسے لے کر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے گود کے بچے سے، جھولے میں پڑے ہوئے بچے سے ان کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی۔ سورہ مریم کی آیات ہیں

﴿فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا (۲۲) فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (۲۳) فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (۲۴) وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (۲۵) فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (۲۶) فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـــًٔا فَرِيًّا (۲۷) يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (۲۸) فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا (۲۹) قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا (۳۰) وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (۳۱) وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِىْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا (۳۲) وَالسَّلٰمُ عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ

وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا﴾

''پھر مریم نے اس بچے کا حمل اُٹھالیا۔ پھر وہ اس کے ساتھ الگ ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئی۔ پھر دردِزہ اسے کھجور کے ایک تنے تک لے آیا۔ اُس نے کہا: ''اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میں بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔'' پھر مریم علیہا السلام کو فرشتے نے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کرو۔ تیرے ربّ نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ (جاری) کر دیا ہے۔ اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ کھجوریں گرائے گا۔ پھر تم کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ پھر اگر تم انسانوں میں سے کسی کو دیکھو تو اُس سے کہہ دو کہ یقیناً میں نے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے چنانچہ آج میں کسی انسان سے قطعاً کوئی بات نہ کروں گی۔ پھر وہ اُس کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس آئی۔ لوگوں نے کہا: ''اے مریم! یہ تو نے بڑا بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی۔'' مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: ''ہم اُس سے کس طرح بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟'' بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں۔ اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا ہے۔ اور اُس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔ اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔'' (مریم:22-33)

اللہ پاک نے پاک باز عورت کی گواہی اس کے بچے سے دلوائی۔ اس عمر میں کوئی بچہ بات نہیں کرتا لیکن پاکدامنی لوگوں پر ثابت کرنی تھی۔

رب العزت نے اپنی کتاب میں خود گواہی دی

﴿الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا﴾

''وہ جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی'' اور اس کی گواہی گود میں پڑے ہوئے بچے سے دلوائی۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی دوسری بات جو رب العزت نے بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں اور کتابوں کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو علم اور معرفت سے موصوف کیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کی۔

یہ کلمات کس نوعیت کے تھے؟

یہ کلمات دینی اور شرعی بھی تھے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی تصدیق کی

دوسری چیز جس کی انہوں نے تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں تھیں

حقیقت یہ ہے کہ جس اعلیٰ ترین مقام پر سیدہ مریم علیہا السلام پہنچی تھیں وہ مقام محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب یہ بتاتی ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام پہلی کتابوں کا علم رکھتی تھیں۔ سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کرتی تھیں یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار خوب اچھے طریقے سے سمجھتی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک شعوری تعلق رکھتی تھیں۔

کتابوں کی تصدیق جس ذریعے سے ہوتی ہے وہ علم ہے

علم کے بغیر تصدیق ممکن نہیں ہے

حق ہے ہر عورت کا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کرے

کیونکہ اسی علم کے ساتھ وہ رب کے لیے آزاد بھی ہو سکتی ہے

اور اپنی عزت کی حفاظت بھی کر سکتی ہے

اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو جہان بھر کی عورتوں کے لیے، جہان بھر کی بیٹیوں کے لیے مثال بنا دیا۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کرنا صرف مردوں کی ذمہ داری نہیں ہے عورتوں پر بھی اسی طرح سے واجب ہے جیسے مردوں پر ہے، اور اس کا حیا کی حفاظت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

تیسری خصوصیت رب العزت نے بیان کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا اچھا بنایا تھا کہ ان کے اندر قنوت کی صفت تھی۔ ان کا دل جھکا ہوا، بچھا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے خلاف ان کے اندر سے ردعمل نہیں اٹھتا تھا۔

آج کی بیٹی ضرور دیکھے کہ صبح فجر کے وقت اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

نماز کے لیے دل کی حاضری کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو محبت تھی اس کا اظہار خود قرآن مجید میں ہمیں ملتا ہے۔ سارے جہان کی عورتوں سے ان کی صورت حال مختلف تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہیکل کے لیے منتخب کیا تھا۔ عبادت گاہ میں رہنا ایک اعزاز کی بات ہے اور اللہ پاک نے جہان والوں کے لیے اسے مثال بنا دیا۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی سے ہمیں یہ مثال ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو عبادت گاہ کے اندر پلنے اور پرورش پانے کا موقع دیا اور اسی عبادت گاہ کے اندر ان کی تربیت کی۔ پھر ان کی زندگی کے جو دن گزرے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو نہ عبادت کے حق سے محروم کیا، نہ وحی کے علم کے حق سے محروم کیا، نہ عمل کرنے کے حق سے محروم کیا، نہ رب کی بات پہنچانے کے حق سے محروم کیا۔ پھر اللہ پاک نے بن باپ کے بچے کی ماں بنا کر اپنی قدرت کی نشانی کے لئے انہیں منتخب کیا۔ کیسے سیدہ مریم علیہا السلام

اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے جھک گئیں۔ وہ مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل پیرا ہوتی تھیں، یہ ان کے عمل کا کمال ہے۔

اللہ پاک نے ہمیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں یہ بھی بتایا کہ ان کی ماں صدیقہ تھیں۔ (المائدہ:75)

صدیقیت دو چیزوں سے نصیب ہوتی ہے: علم کے کمال سے اور عمل کے کمال سے۔

سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کتنا یقین تھا۔ سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب ان سے یہ پوچھا کہ تیرے پاس یہ بے موسم کے پھل کہاں سے آئے؟ تو وہ جواب دیتی تھیں

﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہیں''

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاک باز بیٹی کو کیسے کیسے پھل کھلائے، کس طرح سے زمانے بھر کی چیزیں اس بیٹی تک پہنچائیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت والی خواتین میں سب سے افضل یہ چار ہیں: خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا، مریم بنت عمران علیہا السلام اور فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم۔'' (صحیحہ 1508) (مسند احمد: 1/293)

یعنی چار سردار خواتین ہیں جو جنت میں عورتوں کی لیڈر ہوں گی۔

سیدہ مریم علیہا السلام کے کردار سے ہمیں جو باتیں ملیں وہ یہ ہیں

1۔ انہوں نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی۔ تو ایک بیٹی سے جو چیز مطلوب ہے وہ عزت کی حفاظت ہے۔

2۔ وہ اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کرتی تھیں۔ تو یہ دین کی حفاظت ہے۔

3۔ سیدہ مریم علیہا السلام کے حوالے سے ان کا قنوت اور عمل کا کمال ہے، یہ ان کی پوری زندگی کی تصویر ہے کہ وہ عملی طور پر اپنے اخلاق، اپنے معاملات کے اعتبار سے کمال درجے

پر فائز تھیں۔ اسی لیے وہ خواتین جنت کی سردار بنیں۔ وہ ساری دنیا کی خواتین کے لیے مثال ہیں۔ اللہ پاک نے انہیں کتنے بڑے رتبے سے سرفراز فرمایا۔

آج بھی جو عورت آزادی کا خواب دیکھتی ہے

اسے جان لینا چاہیے

یہ حقیقی آزادی ہے

جو آزادی سیدہ مریم علیہا السلام کو ملی

اپنے رب کے لیے آزاد ہونا

آج بھی کوئی روک رکاوٹ نہیں ہے

جب نبی ﷺ آئے تو آپ ﷺ نے علم اور عبادت کو یکجا کر دیا۔ مسجد میں عبادت بھی ہوتی تھی اور مسجد میں قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

اس اعتبار سے ایک عورت کا حق ہے کہ وہ دینی تعلیم کے اداروں میں جائے ان کی خدمت کرے، ان کے لیے اپنی زندگی کا وقت لگائے

اور سب کو جان لینا چاہیے کہ اس آزادی کو سلب کرنے کا حق کسی کا نہیں ہے

یہ رب کی طرف سے ملی ہوئی آزادی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ آزادی نصیب فرمائے

اور اس آزادی کو حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حیا، اپنی عزت کی، دین کی حفاظت کرنے اور عمل کے کمال تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مہر و وفا کو شناخت بنانا میرا حق ہے

کون سی عورت ہے جہاں میں جو

یہ کہے کہ میں وفادار نہیں ہوں۔ ہاں یہ وفا ہی تو ہے، شوہر کا گھر سنبھالنا، اولاد کو سنبھالنا۔ ایک وہ عورت ہے جو گھر داری کرتی ہے اس کی تو صبحیں، شامیں، اپنے شوہر کے گرد، اپنی اولاد کے گرد گھومتی ہیں پھر آخر اس کی وفا میں کوئی کیسے شبہ کر سکتا ہے؟

تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ

ایک عورت اپنے شوہر کے عیب چھپالے، کیا واقعی یہ وفا ہے؟

ایک عورت اپنے شوہر کے عیبوں کو دور کرنے کی کوشش نہ کرے، کیا واقعی یہ وفا ہے؟ کوئی شوہر سود کھائے اور عورت اسے ارد گرد والوں سے چھپالے، کیا یہی وفا کا تقاضا ہے؟

کوئی شرابی کی بیوی ہو اور اپنے شوہر کے اس عمل کو دوسروں سے چھپالے، کیا یہی واقعی وفا ہے؟

اگر کسی کا شوہر نماز ادا نہیں کرتا اور دوسروں کی نظر میں اس کی عزت بچانے کے لیے ایک بیوی اپنے شوہر کی ایک ایک بات کو چھپاتی چلی جائے

کیا واقعی یہی وفا ہے؟

اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾

''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔'' (البقرۃ:187)

عورت اگر پردہ داری رکھے تو کیا یہ پردہ داری اس کا فرض نہیں ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ پردہ داری کس مقصد کے لیے ہے؟ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے۔ یہ گھر والوں کے عیوب چھپانا اگر اس مقصد کے لیے ہو کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اس کا مقام خراب ہوگا اور اگر اس مقصد کے لیے ہو کہ دوسروں کی نظروں میں اس کا مقام برقرار رہے تو بظاہر تو یہ بڑا اچھا مقصد لگتا ہے لیکن پھر وہ کون ہوگا جو نیکی کی تلقین کرے؟

دیکھیں شوہر اور بیوی کے درمیان اگر شوہر کا شراب پینا کبھی جھگڑے کا باعث ہی نہ بنے؟

شوہر کا سود کھانا کبھی جھگڑے کا باعث ہی نہ بنے؟

شوہر کا حرام کھانا، حرام کمانا کبھی جھگڑے کا باعث ہی نہ بنے؟

شوہر کا ذخیرہ اندوزی کرنا کبھی جھگڑے کا باعث نہ بنے؟

تو کیا یہ وفا ہے؟

شوہر ملاوٹ کرے سکون ہے، کما کر لائے کہیں سے بھی لائے بیوی یہ سوچے گی میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے تو شوہر سب کچھ کماتا ہے، محنت کرتا ہے اور وہ زیادہ کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہماری خاطر ہی تو کرتا ہے تو کیا یہ وفا ہے؟ اگر ایک بیوی یہ سوچتی ہے کہ مجھے تو مال چاہیے اور میرا شوہر مجھے مال کما کر دے رہا ہے چاہے جائز ہو یا ناجائز تو میں اس کی پردہ داری کروں گی تو سچی بات ہے کہ یہ وفا نہیں ہے۔

یہ سب سے بڑی بے وفائی ہے

یہ آگ کا سودا ہے

آپ یہ بتائیے اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے تو آگ لگنے کو کوئی چھپاتا ہے؟

اس کی پردہ داری کرتا ہے؟ اس کے لیے تو فوراً فائر بریگیڈ تک خبر پہنچتی ہے اپنی جانب سے بھی پوری کوشش ہوتی ہے اور ہمسائے اور ارد گرد والے بھی مل کر کوشش کرتے ہیں کہ آگ بجھائی جائے۔ تو وہ آگ جس کی لپٹیں ہمارے گھروں کو اپنے گھیرے میں لے چکیں اس آگ کو کیسے بجھایا جا سکتا ہے؟

کون ہے جو اس آگ کو بجھائے گا؟

اس آگ کو بجھانے کے لیے پہلی بات تو یہ ہے

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ﴾

”جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔“

(مسلم:177)

آپ یہ بتائیے کہ گھریلو زندگی میں اگر بچہ کوئی جرم کرے، شوہر کوئی جرم کرے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا چھوٹا یا بڑا کام کرے اور عورت صرف پردے ڈالتی رہے، اپنے اہل خاندان کی نظروں میں مقام بنائے رکھے، خواہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں اس کا کوئی مقام نہ ہو اور اللہ کی نظروں سے گرتے گرتے وہ سیدھا جہنم میں جا گرے،

یہ کیسی وفا ہے؟

کیا رب العزت نے نہیں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

(التحریم:6)

ایک شوہر اگر باجماعت نماز ادا نہیں کرتا اور اگر ایک شوہر پانچ وقت کی نماز گھر میں بھی ادا نہیں کرتا اور بیوی اس کے بارے میں زبان کھولنے کے لیے تیار نہیں اور وہ یہ سمجھے کہ میں اس کی پردہ پوشی کر رہی ہوں تو یہ خطا ہے کیونکہ یہ فرائض میں کمی ہے۔ اگر عورت کا اپنا حق ختم ہوتا ہو، اگر عورت کو یہ پتہ چلے کہ میرا شوہر گھر نہیں آتا وہ کسی غیر عورت میں دلچسپی لیتا ہے تو عورت شور مچا دیتی ہے لیکن وہی مرد اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں کمی کرتا ہے تو عورت پرواہ ہی نہیں کرتی۔ ہمارے معاشرے میں خرابی کا سبب عورت کی یہی بے وفائی ہی تو ہے۔

اور جانتے ہیں کہ عورت کس سے بے وفا ہو گئی؟

اپنے ہی شوہر سے

اصل میں اس کے پیچھے بھی جھانک کر دیکھیں تو یہ اپنے رب سے بے وفائی ہے۔

کیا ایک عورت کا اپنے شوہر سے وفا کرنا یہی ہے کہ وہ اپنے دین کی کوئی ذمہ داری پوری نہ کرے اور یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائے کہ میرا شوہر نہیں چاہتا کہ میں دین کی کوئی ذمہ داری پوری کروں؟ کیا یہی وفا ہے کہ ایک عورت جاب کے لیے اپنے گھر سے نکل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے سارے کاموں کے لیے گھر سے نکل سکتی ہے اور جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے نکلے، نیکی کی مجلس کے لیے نکلے، دین کو سیکھنے کے لیے نکلے یا مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے نکلے تو شوہر ردعمل کا اظہار کر دے؟ کیا یہی موقع ہے جس پر شوہر کسی ردعمل کا اظہار کرے؟ اور کیا یہی وہ موقع ہے جس پر ایک بیوی بھی سمجھوتہ کر جائے کہ میرے شوہر یہ نہیں چاہتے؟

کیا ایک عورت کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے؟
کیا اس کے رسول نے اس کو حکم دیا ہے کہ
اپنے شوہر کے ساتھ ایسی وفا کرے جس کی وجہ سے وہ عورت بھی اور وہ شوہر بھی
اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کر جائیں؟

لوگو! سب سے پہلے رب کی وفاداری ہے
جو اپنے رب کا وفادار نہیں وہ کسی کا بھی وفادار نہیں
وہ کسی رشتے میں وفا کر ہی نہیں سکتا

جہاں تک ایک بیوی اور شوہر کے تعلق کی بات ہے تو ایک شوہر اگر اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو ایک بیوی اسے چھپائے گی نہیں۔ اگر ایک بیوی اپنے ذاتی جھگڑے کو جو اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان ہے اور اپنے شخصی حق کی کمی کو پنچائیت میں لے جانے کی پابند ہے اور بیوی کا نباہ نہیں ہوتا اور شوہر اس جھگڑے کو خاندانی پنچائیت میں لے جانا چاہتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو اس بات کو خاندانی پنچائیت میں نہیں لے جانا چاہیے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان عورت کا تعلق ایک بے نمازی سے قائم رہ جائے جب کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے

''جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو اس پر سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ذمہ پناہ ختم ہو گیا۔'' (ابن ماجہ:4034)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے اور منافقین کے درمیان نماز کا معاہدہ ہے تو جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔'' (ترمذی:2621) یعنی ایسا شخص اسلام کے معاہدے میں نہیں رہتا۔

یہ کیسی وفا ہے کہ ایک عورت خود نمازی ہو لیکن اپنے شوہر کی نماز کی پرواہ نہ کرے؟

یہ کیسی وفا ہے جس میں شوہر کی ہمیشہ کی کامیابی کی کوئی فکر ہی نہیں ہے؟

وفا تو یہ ہے کہ شوہر کو اللہ تعالیٰ کا وفادار بننے میں بیوی مدد دے، اگر وہ نمازی نہیں ہے تو اس کی نمازوں کو بہتر بنانے میں مدد کرے، اس کے باجماعت نمازی بننے میں اس کی مدد کرے، اس کو رشتے نبھانے میں مدد دے، اس کو معاشی طور پر بھی کسی کفالت کی ضرورت ہو یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو وہاں پر بھی اس کی مدد کر سکتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی لیکن وفا کا تقاضا یہی ہے کہ کسی مرد کے حالات اگر اچھے نہیں ہیں تو بیوی اس کی مدد کرے۔

دو خواتین نبی ﷺ کے پاس آئی تھیں، دونوں کا نام زینب تھا۔ دونوں اپنے شوہروں کے لیے خرچ کرتی تھیں۔ انہوں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ ہم اپنے شوہروں پر خرچ کریں گی تو کیا اس کا اجر ملے گا؟

آپ نے فرمایا ﷺ: انہیں دوہرا اجر ملے گا ایک قرابت داری کا خیال رکھنے کا اور دوسرا صدقہ دینے کا۔ (بخاری:1466)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مال کمانے والی، مال رکھنے والی عورت کو یہ حق دیا ہے حتیٰ کہ مال شوہر کی طرف سے بھی ملے کہ اس کے مال پر اس کا حق ہے، اگر وہ خرچ کرنا چاہے تو کر سکتی ہے نہ کرنا چاہے تو نہ کرے لیکن بات تو ہے وفا کی۔ اگر کوئی وفا کرنا چاہے تو اس کے لیے راستہ کھلا ہے۔

تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایک عورت مہر و وفا کو اپنی شناخت کیسے بنا سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ جب نکاح کے موقع پر خطبہ دیا کرتے تھے تو ان آیات کی تلاوت کرتے تھے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

مُّسْلِمُوْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اسی حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

(آل عمران:102)

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا﴾

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔(النساء:1)

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سیدھی بات کہو۔ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے کامیابی حاصل کر لی۔(الاحزاب:71,70)(نسائی:1405)

تینوں آیات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس رشتے میں وفا کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ خوشی

کی مجلس کی بات دراصل قیمتی ہیرا ہے جسے زندگیوں میں سجانے کی ضرورت ہے۔

یہ تقویٰ کیا ہے؟

امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہما نے جو تقویٰ کی وضاحت کی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے نافرمانی کے کاموں سے بچنا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ ایک عورت کو اپنے شوہر کے لیے وفا شعار بننے میں کتنی مدد کرتا ہے اور ایک مرد کو اپنے بیوی کے لیے مہربان بننے میں کتنی مدد کرتا ہے اور کیسے؟

بات یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے محبت کا رشتہ بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی دلوں کے اندر رحمت پیدا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ (الروم:21)

اللہ پاک نے اس رشتے کو سکون کا باعث بنایا۔ اس رشتے سے یہ سکون کیسے حاصل ہوتا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بدن سے اپنی شہوت نکالتا ہے (یعنی اپنی بیوی سے تعلق قائم کرتا ہے) تو کیا اس میں ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیوں نہیں دیکھو تم اگر اسے حرام میں صرف کرلو تو گناہ ہوا کہ

نہیں؟ اسی طرح جب حلال میں صرف کرتا ہے تو ثواب ہوتا ہے۔'' (مسلم:2399)

یعنی شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑے کی جو بنیادی وجہ ہے شوہر کا کسی دوسرے میں دلچسپی لینا جس کی وجہ سے بیوی بے وفائی برداشت نہیں کرتی اور خود بھی وفا کا دامن چھوڑ دیتی ہے۔ وہ تعلق جو شوہر اور بیوی سمجھتے ہیں کہ خالصتاً ہماری ضرورت ہے اس رشتے میں اگر رب کا تعلق نہ رکھا جائے تو یہ رشتہ نہیں نبھایا جا سکتا، یہ رشتہ کبھی سکون والا نہیں بن سکتا، اس رشتے سے وفا اٹھ جاتی ہے۔

یہ رشتہ، وفا کا رشتہ ہے

مہر و وفا عورت کی شناخت ہے

تاریخ کی عظیم بیوی کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں

رسول اللہ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی، آپ غار حرا میں تھے۔ آپ بہت گھبرائے ہوئے تھے، جب گھر آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ﴾

مجھے کچھ اوڑھا دو، مجھے کچھ اوڑھا دو۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کوئی سوال نہیں کیا، چادر اوڑھا دی۔ اس موقع پر کوئی اور عورت ہوتی جس کا شوہر اس کو اور اس کے بچوں کو چھوڑ کر ویرانے میں چلا گیا ہوتا ایسے کہ نہ گھر کی پرواہ ہوتی، نہ گھر کے ساز و سامان کی کوئی فکر ہوتی تو شوہر اگر سامنے آتا تو بیوی کیا کہتی؟ ایسے موقع پر کیا فوری طور پر بیوی یہ کہنے والی نہ ہوتی کہ کتنی بار کہا تھا کہ ایسی جگہ پر نہ جاؤ اور یہ کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر جاؤ گے تو ایسا ہی ہوگا۔ آپ اس عظیم عورت کو دیکھیں، وہ ان سب چیزوں سے ماوراء تھی۔

آج اگر ہم دیکھنا چاہیں تو وہ کون سی عورت ہے جس کا شوہر گھر بار کو چھوڑ کر غار میں جا

کر بیٹھ جائے تو اس کی بیوی کھانا پہنچانے کے لیے فکر مند ہو؟

یہ وفا ہے اور نیکی کے کاموں میں تعاون ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کس طرح سے آپ ﷺ کی تکلیف کا احساس کیا۔ آپ ﷺ کو اس موقع پر آرام کرنے دیا۔

کیا بات ہے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفا کی!

اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بلند کردار خاتون کی شخصیت کی صورت میں سامنے آئیں۔

جب آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي﴾

''مجھے میری جان کا ڈر ہے۔'' اس موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، یتیموں، مسکینوں اور ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ان کو کما کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، پریشان لوگوں کی پریشانی میں کام آتے ہیں۔ (بخاری:3)

کیسی خصوصیت تھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی!

کن باتوں کو Appreciate کیا!

رشتے داری کو جوڑنے کو

مہمان نوازی کرنے کو

آج کسی مرد کے مہمان زیادہ آتے ہوں تو اس کی بیوی ہر جگہ پھونکیں مارتی نظر آتی ہے، جگہ جگہ بیٹھ کر بات کرتی ہے کہ میں بہت تنگ ہوں، مشقت میں ہوں حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنا چاہئے۔'' (بخاری:6135)

مہمان کی عزت کرنا بنیادی اخلاق میں سے ہے۔سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اسی پر Appreciate کیا تھا۔پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کیسے نبی ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں۔حقیقت یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی مشیر خاص تھیں۔انہیں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا۔وہ اپنے شوہر کے شانہ بشانہ ان کی حمایت میں کھڑی ہوئیں اور سوسائٹی کی جانب سے دی گئیں تمام تکالیف کو برداشت کیا۔

کیسے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس چیز پر ایمان رکھتی تھیں جو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی تھی

کیسے وہ رسول اللہ ﷺ کا غم دور کرتی تھیں

آپ ﷺ سیدہ خدیجہ کے بہت قدردان تھے کیونکہ انہوں نے ہر مشکل میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میں وفا نظر آتی ہے

یہ مہر و وفا عورت کی شناخت ہے

مہر و وفا عورت کا حق ہے

مہر و وفا یہی عورت کی کامیابی کی دلیل ہے

اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ وفا کرے تو اللہ تعالیٰ کیسے قدردانی کرتے ہیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تذکرے پر conscious ہو جاتے تھے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں

سے کسی پر مجھے اتنا رشک نہیں آیا جتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آیا، اور اگر میں ان کو پا لیتی تو میرا کیا حال ہوتا؟ اور اس کی وجہ محض یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ انہیں کثرت سے یاد کرتے تھے، اگر آپ بکری بھی ذبح کرتے تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ہدیہ بھیجتے تھے۔ (ترمذی:3875)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اکثر نبی کریم ﷺ سے کہا، جیسے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہے ہی نہیں! اس پر آپ ﷺ فرماتے کہ وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور ان سے میری اولاد ہے۔ (بخاری:3818)

شوہر تو بیوی کی زندگی میں اس کی دوستوں کی اس طرح عزت نہیں کرتے

وفات کے بعد بھی کیسی وفا ہے!

ہاں یہ جواب وفا ہے!

ہاں یہ ہمارا سچا دین ہے

یہ عورت کا حقیقی رول ہے

عورت کو اسلام نے محترم بنایا ہے

عورت وفا کا پیکر بنے تو رب کو پسند آتی ہے

یہی وفا ایک بیوی کی شناخت ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ بھی دے اور وفا کا حق ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

ماں تجھے سلام

ماں

ایک ایسا لفظ ہے جو زبان سے نکلتا ہے تو دل کے اندر تسکین اتر آتی ہے

ماں جو دکھوں کا مداوا ہے

ماں جو اخلاص کی انتہا ہے

ماں وہ ہے

جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مثال دی

اللہ تعالیٰ ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والے ہیں

ماں کی محبت بے غرض، بے لوث محبت ہوتی ہے

دنیا میں جتنے کام ہیں ان میں سب سے عظیم کام ماں کے رتبے پر جانا ہے

ماں محنت کرتی ہے تو بچہ بلندیوں تک پہنچتا ہے

ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھنا چاہیں تو ہمیں ایسی مائیں نظر آتی ہیں جنہوں نے ایسی محنت کی کہ بے ساختہ دل کہتا ہے:

ماں تجھے سلام!

ہاں ماں تجھے سلام!

ایک ماں ہی کی محنت کی وجہ سے سیدنا اسماعیلؑ اتنے بڑے رتبے تک پہنچے

وہ جو اللہ تعالیٰ کے نبی تھے، حلیم شخصیت تھے۔ انہوں نے ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی کہ ان کا تو کوئی ہمسایہ نہیں تھا، ان کا کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی حصے میں کوئی جانور، کوئی پرندہ کوئی ذی روح نہیں دیکھا تھا۔ کھانے پینے کے لیے وہ کھجوریں جو سیدہ ہاجرہ کے پاس تھیں وہ تو شیر خوارگی کی عمر میں ہی ختم ہو گئیں۔ پانی جو مشک میں تھا وہ ختم ہوا تو اللہ پاک نے زم زم عطا کر دیا۔ پھر قبیلہ بنو جرہم کے لوگ جب اس علاقے میں آ کر آباد ہوئے تو یوں زندگی کا تسلسل آگے بڑھا۔

سیدنا اسماعیلؑ کی شخصیت کے پیچھے ان کی والدہ سیدہ ہاجرہؑ کی محنت نظر آتی ہے

ہاں اس ماں کے پاس وہ دولت تھی جو کسی دولت مند کے پاس نہیں ہوتی

وہ بہترین ماں توکل کرنے والی

وہ صبر کرنے والی ماں

وہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو سمجھنے والی ماں

انہوں نے اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کی

وہ باپ کا فرماں بردار بنا

اس نے رب کو تو پہچانا تھا

رب کا عبادت گزار تھا

اس کے ساتھ ساتھ والد کے مرتبے کو بھی پہچانا

باپ کے لیے مددگار بنا

نیکی کے کاموں میں تعاون کیا

تاریخ انسانی میں اگر یہ دیکھنا چاہیں
سب سے فرماں بردار کون سا بیٹا ہے
تو سرفہرست ہمیں سیدنا اسماعیل علیہ السلام ملتے ہیں
انہیں ایسی عظیم ماں ملی
جن سے انہوں نے توکل سیکھا
جن سے انہوں نے صبر سیکھا

جب ان کے والد نے انہیں کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ نبی کا خواب جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

انہیں یہ علم کہاں سے ملا تھا؟
یہ علم دینے والی اللہ رب العزت کی ذات تھی
ان کی ماں کی محنت تھی

بیٹے کی مثبت سوچ کے پیچھے ان کی ماں کی مثبت سوچ تھی

سیدنا اسماعیل علیہ السلام اس موقع پر کتنے Positive تھے جب والد نے کہا کہ میں تمہیں خواب میں ذبح کر رہا تھا

یہ اسی ماں کا بیٹا ہے جس کو سیدنا ابراہیمؑ نے مکہ میں چھوڑا تھا تو انہوں نے پوچھا تھا، کیا اللہ کے حکم سے چھوڑے جا رہے ہو؟

اور ابراہیمؑ نے جب جواب میں سر ہلا دیا تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا، سنہرے الفاظ ہیں: ''اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔'' (بخاری:3364)

یہ ماں کہتی ہے

اور اتنے برس بعد اس کا بیٹا بھی اپنے والد سے کہتا ہے:

﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''آپ کر ڈالئے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے عنقریب ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے'' (الصافات:102)

اسماعیلؑ نے کہاں سے سیکھا تھا یہ صبر؟

ماں سے

ماں کا کردار ہے

ماں کی حکمت ہے

جو سیدنا اسماعیلؑ کی شخصیت میں نظر آتا ہے

سیدہ ہاجرہؑ نے جیسے صبر کیا تھا

جیسے توکل کیا تھا

اس کے بارے میں شیخ ابوبکر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ھذ الحبیب محمد ﷺ یا محب میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ سیرت حبیب کے نام سے شائع ہوا ہے کہ

''جڑوں کی خوشبو شاخوں میں آ ہی جایا کرتی ہے۔''

وہ جڑ کون ہے؟

وہ جڑ ماں ہے جس کی خوشبو اولاد میں آتی ہے

ماں صبر کرنے والی ہو تو اولاد بھی صبر سیکھتی ہے

سیدنا اسماعیلؑ کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:

﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ ''بے شک وہ وعدے کا سچا تھا۔'' (مریم:54)

کہاں سے سیکھی وہ وعدے کی سچائی؟

ماں سے

ایک ماں اپنے بچے کو تب ہی وعدے کا سچا بنانے کی کوشش کرتی ہے جب وہ خود وعدے کی سچی ہوتی ہے

ایک ماں کا اپنے بچے پر کتنا گہرا اثر ہوتا ہے

شخصیت پر کیسی چھاپ لگتی ہے

ماں فرماں بردار تو بیٹا فرماں بردار ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ماں کی صالحیت بیٹی کے اوپر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

سلام ہے اس ماں کو

جو اپنے رب سے امید رکھتی ہے

جو اپنے رب سے خوف رکھتی ہے

جو اپنے رب کی ڈالی ہوئی آزمائش پر صبر کرتی ہے

جس کا دل اپنے رب کے لیے خالص ہے

جو اپنے رب کی شکر گزار ہے

جو اپنے رب پر توکل کرتی ہے

جو اپنا محاسبہ کرتی ہے

جو حلال وحرام کی پابندی کرتی ہے۔

یہی خصوصیات تو اچھا انسان بننے کے لیے بچے میں بھی چاہئیں

یہ دل کی عبادات ہیں اور عمدہ انسانی خصوصیات ہیں جو محض لفظوں سے کوئی نہیں سیکھتا، عمل سے سیکھتا ہے۔

ماں کا عمل بچے کی شخصیت کو پروان چڑھاتا ہے۔

پھر آپ دیکھئے

ماں بچے کو اپنے رب کا تعلق سکھاتی ہے

اپنے رب کی عبادت سکھاتی ہے

ماں سچائی سکھاتی ہے

ماں صبر سکھاتی ہے

سیدنا عیسیٰؑ کی سچائی کے پیچھے دیکھیں تو ان کی ماں کی سچائی نظر آتی ہے

ماؤں کی چھاپ اولاد پر لگتی ہے

ماؤں کا کردار اولاد میں جھلکتا نظر آتا ہے

سیدہ مریم علیہا السلام کی صداقت کی گواہی اللہ رب العزت نے دی ہے

ان کا خمیر نیکی میں گندھا ہوا تھا

انہوں نے اپنی آنکھوں کی حفاظت کی

اپنی سماعتوں کی حفاظت کی

اپنے دل کی حفاظت کی

انہوں نے اپنے وقت کی حفاظت کی

اپنا وقت عبادت گزاری میں لگایا

ان ہی کے یہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جنم لیا

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے رب العزت نے ان کی ماں کی سچائی کی گواہی اس وقت دلوائی جب وہ ابھی گود میں تھے۔

سورہ المائدہ آیت 75 میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ﴾

''اور اس کی ماں صدیقہ ہے۔''

سچائی کا پیکر ہی اپنے بچے کو سچ سکھا سکتا ہے

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں سے بہت حسن سلوک کرنے والے تھے

یہ نیکی کا پھل ہے

نیکی اثر انداز ہوتی ہے

وہ اپنی ماں کے بہت خدمت گزار

بہت فرماں بردار تھے

ماں کی بہت ماننے والے تھے

اللہ تعالیٰ نے انہیں نشانی کے طور پر اپنے پاس رکھا ہے

جس دن عیسیٰ علیہ السلام فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے

ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے

وہ آئیں گے تو صلیب کو توڑ ڈالیں گے

سچی ماں کا سچا بیٹا جھوٹ کو برداشت نہیں کرے گا

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ساری دنیا کو سچ پر لے آئیں گے

اللہ تعالیٰ نے ماں کی سچائی بیٹے کے اندر کیسے دکھائی ہے

سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی نرمی کے پیچھے ان کی ماں کی نرمی تھی

ماں بوڑھی ہے

اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا زکریا علیہ السلام کی بیوی ہے

انہوں نے اپنے بیٹے کی شخصیت کو کیسے پروان چڑھایا

یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر تو تھی ہی کہ وہ اپنے والدین کے فرماں بردار ہوں گے لیکن ان میں ایک خاص بات ان کی نرم دلی تھی۔

سیدنا یحییٰ لوگوں کے لیے بے حد نرم دل تھے

وہ نرمی اور

اس کو کوئی چیز اچھی لگی، اس نے تمنا کی کہ میں بھی یہ چیز حاصل کرلوں
پھر اس کے لئے وقت لگایا، سوچا، اس کے لئے کوشش کی
اس کو حاصل کرنے کے لئے پیچھا کیا اور پالیا پھر کیا ہوا؟
پھر کچھ عرصے کے بعد کھو دیا
یہ پانا اور یہ کھونا کیا ہے؟
یہ سب کچھ عارضی ہے

اور جو رب کے لئے اپنے جذبات کو متحرک کرتا ہے وہ کیا پالیتا ہے؟

فرعون جو مصر کا بادشاہ تھا اس کے جذبات اقتدار کے لیے، مال کے لئے، دنیا کے ساز وسامان کے لئے متحرک تھے جب کہ اس کی بیوی سیدہ آسیہ کے جذبات محلات میں رہنے کے باوجود اللہ تعالی کے لئے متحرک تھے، رب العزت نے ان جذبوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو ان کی دعا میں ڈھل گئے تھے

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی ہے۔ جب اُس نے دُعا کی: ''اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔ اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے بچا۔ اور ظالموں سے مجھے نجات دے۔'' (التحریم:11)

آزاد عورت ذمہ دار ہوتی ہے، جواب دہی کا شعور رکھتی ہے
کیسی عجیب بات ہے آزادی اور ذمہ داری

ہاں ذمہ داری آزادی کے ساتھ ہی نبھائی جاسکتی ہے

ہمیں ہمارے رب نے بنایا ہے تو ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا رب کی پسند میرے لئے زیادہ اہمیت رکھتی ہے یا اپنی پسند؟

کیا رب کی ناپسند کو چھوڑنے کے لئے میں تیار ہوں؟

ذمہ داری ہمیشہ جواب دہی کا شعور پیدا کرتی ہے

ایک انسان سے مطلوب بھی یہی ہے کہ دنیا میں وہ جو دیکھے، جو سنے، جو سوچے، جو برتے اس کے دل کے اندر یہ بات راسخ ہو جائے کہ اس نے اپنے رب کو جواب دینا ہے اور وہ ہر چیز کے لئے اپنے رب کے آگے جواب دہ ہے۔

یہ جوابدہی کا شعور ہی زندگی کے اندر بہتری لاتا ہے

یہ جواب دہی کا شعور ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالی کی پسند کو اختیار کرتا ہے اور ناپسند کو چھوڑ دیتا ہے

یہی آزادی ہے

آزادی سے ہی آزاد فیصلے ہوتے ہیں اور غلام انسان بھلا کب فیصلے کر سکتا ہے

آزاد عورت اپنے ہر کام اور کلام میں اپنے آپ کو اللہ تعالی کے آگے جواب دہ سمجھتی ہے

ایسا تبھی ہوتا ہے جب بات کرنے سے پہلے سوچیں۔ اس کا آسان طریقہ ہمیں بڑوں نے یہی سمجھایا تول کر بولو۔ بے سوچے سمجھے بولنے والے کے بارے میں جان لیں کہ اس کے اندر جواب دہی کا احساس نہیں ہے۔ اگر ابھی بات آپ کے منہ میں ہو اور دوسری طرف سے جواب آجائے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ذہین انسان ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آزاد نہیں ہے، وہ اللہ والا نہیں ہے، اس کا اپنے رب سے تعلق نہیں ہے، وہ اپنی ذات کا

قیدی ہے۔اس کے لئے اپنی مرضی، ذات کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

اپنی ذات کی، دنیا کی قید سے چھوٹیں گے تو اپنے رب کے لئے آزاد ہوں گے

سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں ان کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ اے میرے رب! میرے پیٹ کا بچہ تیرے لئے آزاد ہوگا تو اللہ تعالی نے آزاد بچی کو قبول کرلیا۔

آزادی کتنی بڑی تبدیلی لاتی ہے

آزاد عورت خاموش اور سنجیدہ ہوتی ہے

تول کر بولیں تو باتیں زیادہ نہیں رہ جاتیں۔خاموشی اس کے لئے زیادہ اہمیت کی حامل ہوجاتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔" (صحیح مسلم:152)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حیاء اور کم گوئی ایمان کی دو شاخیں ہیں، جب کہ فحش کلامی اور کثرت کلام نفاق کی دو شاخیں ہیں۔" (ترمذی:2027)

خاموشی انسان کی ضرورت ہے۔خاموشی فرشتوں جیسی صفت ہے۔تفکر خاموشی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔خاموش انسان جان لیتا ہے، یقین کر لیتا ہے کہ اللہ تعالی اس کا خالق ہے، اس کا مالک ہے، اسی نے وجود عطا کیا، وہی قوتیں دیتا ہے وہی غذا فراہم کرتا ہے وہی میری ہر طلب پوری کرتا ہے۔کیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾

"اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔" (الشعراء:80)

جب انسان پہچان لیتا ہے کہ اللہ تعالی ہی دینے والا ہے اور میں لینے والا ہوں تو وہ اللہ تعالی کو اپنا سب کچھ بنا لیتا ہے۔اس کی ذات اللہ تعالی کی بڑائی میں گم ہوجاتی ہے اور

ایسے انسان کو موت کے وقت فرشتے آ کر خوشخبری دیتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ربّ ہے، پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' (فصلت:30)

بات ہے رب کی ذات پر یقین کی

جو رب کی ذات پر یقین رکھتا ہے اس کی زندگی میں کتنی بڑی تبدیلی آتی ہے

وہ سوچتا بھی رب کے reference سے ہے اور اپنے آپ کو اسی کی پسند میں ڈھالتا ہے

آزاد عورت کی سوچ خدارخی ہوتی ہے

وہ اللہ تعالیٰ کی پسند ناپسند کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے

میں ایک ایسی عورت کی داستان آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں جو مدینے میں رہتی تھی۔ ایک رات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب مدینہ کا گشت لگا رہے تھے انہوں نے تھکن محسوس کی تو دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ آدھی رات گزر چکی تھی، انہوں نے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: میری بیٹی اٹھو اور دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا لو۔ لڑکی نے کہا: امی کیا آج آپ نے امیر المومنین کی منادی نہیں سنی۔ ماں نے پوچھا وہ کیا تھی؟ لڑکی نے جواب دیا: انہوں نے کسی شخص کو حکم دیا تھا کہ وہ بلند آواز میں منادی کر دے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا: اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو تم ایسی جگہ پر ہو جہاں عمر رضی اللہ عنہ تم کو نہیں دیکھ سکتے۔ لڑکی نے ماں کو کہا: میں ایسا نہیں کر سکتی کہ لوگوں کے سامنے ان کے حکم پر عمل

کروں اور تنہائی میں اس کے خلاف کروں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ سن رہے تھے انہوں نے مجھ سے کہا: جاؤ دیکھو یہ لڑکی کون ہے؟ اور کس سے باتیں کر رہی ہے؟ اور کیا وہ شادی شدہ ہے؟ میں اس جگہ گیا اس کا حال معلوم کیا وہ ایک غیر شادی شدہ لڑکی تھی اور دوسری عورت اس کی ماں تھی اس کا بھی شوہر نہیں تھا۔ میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو کچھ معلوم کیا تھا بتا دیا۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا تم لوگوں میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے؟ میں تم لوگوں کی شادی کا انتظام کئے دیتا ہوں اگرچہ میری شادی کی خواہش ہوتی تو میں سب سے پہلے اس لڑکی کو نکاح کا پیغام دیتا۔ عبداللہ نے کہا: میرے پاس بیوی ہے۔ عبدالرحمان نے کہا: میرے پاس بھی بیوی ہے۔ عاصم نے کہا: میرے پاس بیوی نہیں ہے میری شادی اس سے کر دیجئے۔ سیدنا عمر نے عاصم کی شادی اس لڑکی سے کر دی۔ اس لڑکی سے عاصم کی ایک بچی پیدا ہوئی جو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ہوئیں۔ (اخبار عمر بن عبدالعزیز:4849)

اس روایت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ

آزاد عورت یقین کے ساتھ جیتی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس بات کی کتنی بڑی value تھی کہ ایک لڑکی کے دل میں یقین ہے کہ اگرچہ تنہائی ہے کوئی دیکھتا نہیں مگر اللہ تعالیٰ تو دیکھ رہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں چلے گا مگر اللہ تعالیٰ کو تو پتہ چل جائے گا کہ کس نے خلیفہ کی نافرمانی کی۔ یہ ہے آزاد عورت

یہ ہے وہ یقین جس کی وجہ سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور دنیا میں رہتے ہوئے اس زمانے میں اللہ تعالی کی پسند کے مطابق کام کرتا ہے اور اس کی ناپسند سے رکا رہتا ہے۔ یقین کے ساتھ سوچ کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھا جا سکتا ہے۔ یہ یقین آزاد انسان کو ہی نصیب ہوتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے یقین کس بات کا؟ اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے

پیدا کیا، وہی مجھے رزق دیتا ہے، میں نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آزاد عورت سنجیدہ اور باوقار رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت کا شعور اسے خاموش کر دیتا ہے۔ جسے فرشتوں کی دوستی نصیب ہوتی ہے وہی تو تول کر بولتا ہے اور کم بولتا ہے اور جب بھی وہ بولتا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں بولتا ہے۔ جہاں کلام کرنا بہتر ہو وہاں کلام کرتا ہے۔ جہاں خاموش رہنا بہتر ہو وہاں خاموش رہتا ہے۔

یہ خاموشی عبادت ہے، آزاد عورت کی ریاضت ہے
یہ خاموشی بلند افکار کی فراست ہے
یہ خاموشی فرشتوں کی رفاقت ہے
فرشتے بھی اس دنیا میں کام کرتے ہیں لیکن بولتے نظر نہیں آتے

آزاد عورت تواضع اور انکساری کا نمونہ ہوتی ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تواضع کا مزاج کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جب انسان یہ جان لے اور دل سے یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہے اور میں چھوٹی ہوں
اللہ تعالیٰ خالق ہے اور میں مخلوق ہوں
اللہ تعالیٰ مالک ہے اور میں مملوک ہوں
اللہ تعالیٰ قادر ہے اور میں عاجز ہوں
وہ دینے والا میں پانے والی
وہ رازق میں مرزوق
وہ عظیم ہے اور میں ایک ذرہ بے نشاں
یہی حقیقت کا شعور ہے

یہی شعور انسان کے اندر تواضع اور جواب دہی کا احساس پیدا کرتا ہے
اس شعور سے انسان کے اندر سے سرکشی کا مزاج ختم ہو جاتا ہے
اسی شعور سے اللہ تعالیٰ سے محبت اور خوف کے جذبات انسان کے اندر ابھرتے ہیں

آزاد عورت کی گفتگو میں مٹھاس ہوتی ہے، تلخی نہیں ہوتی

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کا ہر لفظ الگ الگ اور واضح ہوتا تھا، جو بھی اسے سنتا سمجھ لیتا۔ (ابوداؤد:4839)

ہاں جب آزاد عورت مردوں سے گفتگو کرتی ہے تو normal گفتگو کرتی ہے یعنی اس میں artificialy شیرینی پیدا نہیں کرتی

آزاد عورت کے طرزِ عمل میں نرمی ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق (یعنی نرمی) کو پسند کرتا ہے اور نرمی اختیار نہ کرنے کی بناء پر وہ اس قدر عطا فرماتا ہے کہ جو سختی یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اس قدر عطا نہیں فرماتا۔'' (صحیح مسلم:6601)

سیدنا عبداللہ بن عباس سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نرمی کرتا کہ تیرے ساتھ بھی نرمی کی جائے۔ (سلسلہ احادیث:1456)

آزاد عورت سے کسی کو شر کا اندیشہ نہیں ہوتا

یہ کتنی بڑی بات ہے

سیدنا عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا مسلمان سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (صحیح مسلم:161)

مسلمان عورت، آزاد عورت بے ضرر ہوتی ہے

بے ضرر بہو

بے ضرر بھابھی

بے ضرر ساس

بے ضرر بیوی

کیونکہ اللہ پاک ہم سے یہی چاہتے ہیں

آزاد عورت عدل کی حدود کی پابند رہتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے اللہ تعالیٰ نے سب کو عدل کا حکم دیا ہے۔

وہ جانتی ہے کہ زندگی کا نظام ہو، گھر کا ہو یا مملکت کا، عدل کی وجہ سے ہی قائم رہتا ہے۔

آزاد عورت ہر ایک کا حق ادا کرتی ہے

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نے بیان کیا، کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات میں نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صحیح ہے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کر، روزہ بھی رکھ اور بے روزہ کے بھی رہ، نماز بھی پڑھ اور سو بھی۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اسی طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی اور مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے میں

قوت پاتا ہوں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تو اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ۔ میں نے پوچھا اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے، کاش! میں رسول اللہ کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔ (البخاری، الفتح:4)(1975)(مسلم:1159)

آزاد عورت اپنے وقت کی تنظیم کرتی ہے

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اللہ کے رسول! ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تعلیمات آئی تھیں؟ تو آپ ﷺ نے طویل حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ عقل مند آدمی پر جب تک اپنے ہوش وحواس نہیں کھوتا یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اوقات کو چند حصوں میں تقسیم کرے: ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ اپنے ربّ سے سرگوشی کرے (اس کی یاد میں لگا رہے)، ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور وفکر کرے، ایک گھڑی ایسی ہو جس میں وہ کھانے پینے کی اپنی ضروریات میں لگے۔''

(صحیح ابن حبان:1/207، حدیث:363)

آزاد عورت کمال درجے کی Time management کرتی ہے

آزاد عورت اپنے لئے اس چیز کا مطالبہ کرتی ہے جو واقعتاً اس کی ہو

آزاد عورت اپنی کمزوری کا فوری اعتراف بھی کر لیتی ہے

آزاد عورت حسد اور تکبر سے خالی ہوتی ہے

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حسد سے بچو اس لیے کہ حسد نیک کاموں کو اس طرح کھا لیتا ہے کہ جس طرح آگ

لکڑی یا گھاس کو کھا لیتی ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الحسد :4903)

آپ ضرور دیکھیں

کیا آپ آزاد ہیں؟

آزادی والی خصوصیات اپنے اندر پاتی ہیں؟

اگر ایسی خصوصیات پاتی ہیں تو آپ کو مبارک ہو

آزاد عورت کسی کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے تنگ دل نہیں ہوتی

وہ اپنے سے بہتر لوگوں کی خوبی کا اعتراف کرتی ہے

آزاد عورت ہر طرح کے منفی جذبات سے پاک ہوتی ہے

منفی جذبات میں سب سے پہلی چیز نفرت ہے۔ اللہ تعالی نے نفرت کی مذمت نہیں کی، رخ موڑا ہے۔

سیدنا ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی رکھی، اللہ تعالیٰ کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے روک لیا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا (ورنہ اس کا ایمان ناقص ہے)۔'' (ابوداؤد:4681)

آزاد عورت فخر کی نفسیات سے پاک ہوتی ہے

فخر منفی جذبہ ہے کیونکہ انسان جب کسی چیز پر فخر کرتا ہے تو فخر کی وجہ سے رب کی طرف رخ کرنے کا اسے موقع نہیں ملتا۔ اس کی سوچ خدارخی نہیں رہتی۔

آزاد عورت تکبر سے، احساس برتری سے پاک ہوتی ہے۔

آزاد عورت تعصب نہیں رکھتی

تعصب کی وجہ سے قومیں برباد ہو گئیں۔ تعصب دلوں میں داخل ہو جائے تو رب کی

محبت داخل نہیں ہوتی۔

آزاد عورت خواہشات کی پیروی نہیں کرتی

خواہشات کی پیروی انسان کو کس طرح سے رب کی، اس کے رسول کی پیروی سے روک دیتی ہے۔ یہ پانچ چیزیں ہیں جس کی وجہ سے کسی کی سوچ خدا رخی نہیں رہتی۔ ایسا شخص کبھی اللہ کی طرف بھاگ نہیں سکتا۔ آزاد ہونا چاہتی ہیں تو اپنے کو نفرت سے پاک کرلیں۔ فخر کی آگ سے اپنے آپ کو بچالیں۔ تعصب سے خود کو بچائیں، خواہشات کے پیچھے بھاگنے سے بچائیں۔

آزادی چاہئے تو ساری زندگی سات کام کرنے ہوں گے

روحِ تجسس (seeking spirit) سچائی کی تلاش میں لگ جائیں جیسے نبی ﷺ سچائی کی تلاش میں تھے پھر اللہ پاک نے آپ پر وحی نازل فرمائی۔

دوسری چیز (sincerity) سنجیدگی ہے۔ اللہ تعالی کی طرف رخ کرنے کے لئے سنجیدگی کی ضرورت ہے اور مقصد کے ساتھ سنجیدہ ہوں گے تو اس سنجیدگی کے ساتھ اس مقصد کو پورا کر پائیں گے۔

تیسری چیز دیانت داری (Honesty) ہے

چوتھی چیز منفی سوچ (Negative thinking) سے بچاؤ ہے

پانچویں چیز مثبت سوچ (positive thinking) ہے اس کے لئے محنت کرنے کی ضرورت ہے

چھٹی چیز نفسیاتی پیچیدگیوں سے پاک روح (complex free soul) ہے۔ نفسیاتی پیچیدگیوں سے پاک ہوجائیں۔ نفسیاتی پیچیدگی انسان کو کہیں adjust نہیں ہونے دیتی، اس پیچیدگی کے ساتھ کوئی آزاد نہیں رہ سکتا۔

ساتویں اور سب سے بڑی چیز دعا ہے۔ دعا کو اپنا ہتھیار سمجھیں جیسے اللہ پاک نے اسے ہمارا ہتھیار بنایا ہے۔

یہ سات چیزیں ہیں جن کو اپنانے کے لئے کوشش کرنی ہے۔

آپ نے قرآن حکیم میں پڑھا ہوگا کہ اگر اس زمین پر سارے درختوں کی قلمیں بن جائیں سات سمندر ہیں سب روشنائی بن جائیں اتنے اور بھی آجائیں تمہارے رب کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ لیکن جس انسان کی اپنی باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں وہ رب کی باتیں کہاں سے کرے گا؟ جب تک سوچ نہیں بدلے گی، کلام نہیں بدلے گا، عمل نہیں بدلے گا اور آپ زندگی کا مقصد پورا کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔

- آزادی چاہئے تو

آزاد ہو جائیں اپنی منفی سوچوں سے، تعصب سے، نفرت سے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمیں آزادی نصیب کرے

رب العزت نے ہمیں یہ دعا سکھائی ہے

﴿اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ﴾

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔'' (الفاتحہ:5,4)

ہاں ہم آپ سے مدد مانگ کر آپ کی عبادت کر سکتے ہیں اور آپ کے سیدھے راستے پر چل سکتے ہیں۔

- صراط مستقیم ہی آزادی کا راستہ ہے
- اللہ تعالیٰ ہمیں یہ آزادی مبارک کرے

آزاد عورت

آزادی چاہیے، عورت کو آزادی چاہیے، کیا ہے عورت کی آزادی؟ عورت کو کس سے آزادی چاہئے؟ عورت کس کی غلام ہے؟ کس نے عورت کو غلام بنایا؟ عورت تو آزاد پیدا ہوتی ہے پھر وہ کیسے کسی کی غلام بن جاتی ہے؟ آزادی کیا ہے؟ غلامی کیا ہے؟ اس کی حقیقت جاننے کے لئے ایک ایسی عورت کے بارے میں جانیں گے جنہیں ان کی پیدائش سے پہلے ہی آزاد کر دیا گیا تھا۔ وہ آزاد عورت جو دنیا بھر کی عورتوں میں نمبرون پر ہے۔ ہاں وہی Miss World کہلانے کا حق رکھتی ہیں۔

کیوں نہ اس ہستی کو یاد کریں جو اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھیں

کیوں نہ اس ہستی کو یاد کریں جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے تمام خواتین تمام بچیوں کے لیے مثال بنا دیا۔

کیوں نہ اس ہستی کو یاد کریں جن کے لیے صرف مسلمانوں کے دل بچھے ہوئے نہیں ہیں، عیسائیوں اور یہودیوں کے دل بھی بچھے ہوئے ہیں۔ اور اگر دنیا کی آبادی کے اعتبار سے دیکھیں اور پچھلے تمام ادوار سے دیکھیں تو اللہ تعالیٰ نے جب سے انہیں پیدا کیا ان کی پیدائش سے پہلے سے لے کر قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں مثال بنا دیا۔

جنہیں ان کی ماں نے اپنے رب کے لیے آزاد کر دیا تھا

جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا تھا

ہاں دنیا کے لیے تو سب آزادی چاہتے ہیں

آزادی مانگتے ہیں دنیا برتنے کے لیے

آزادی مانگتے ہیں دنیا میں رہنے کے لیے

آزادی مانگتے ہیں دنیا میں کچھ پانے کے لیے

آزادی مانگتے ہیں دنیا میں سکون سے رہنے کے لیے

لیکن خواتین میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مثال بنا دیا

وہ ایسی ہستی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کیا گیا تھا

اور ساری دنیا کی بچیوں کے لیے اور خواتین کے لیے ان کی ذات میں بہترین نمونہ ہے

جو رب سیدہ مریم علیہا السلام کو اپنے کام کے لیے قبول کر سکتا ہے

وہ رب دنیا کی کسی بچی کسی، خاتون کو یہ موقع دے سکتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرنا صرف مردوں کا حق نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کے لیے خود کو Dedicate کرنا صرف مردوں کا حق نہیں ہے

یہ حق خواتین کا بھی ہے

یہ حق بچیوں کا بھی ہے

آپ بھی اپنے حق کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتی ہیں

آپ بھی اپنے رب کا انتخاب بن سکتی ہیں

سیدہ مریم کی فضیلت کا تذکرہ ہے اللہ پاک نے رہتی دنیا تک کے انسانوں سے یہ کہا ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ﴾

''اور اس کتاب میں اس قرآن مجید میں مریم کا ذکر کرو۔''

یہ کسی انسان کی کتاب نہیں ہے یہ جہانوں کے بادشاہ کی کتاب ہے جس میں یہ شاہی فرمان ہے۔

ہاں مریم ہی تو وہ ہستی ہیں جن کو یاد کرنا بنتا ہے

خواتین میں سے واحد ہستی جس کا نام قرآن مجید میں آیا جانتے ہیں کیوں؟ اور بھی بہت سارے اسباب ہوں گے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں۔

سیدہ مریم علیہا السلام، سیدنا داؤد علیہ السلام کے خاندان میں عمران کی بیٹی تھیں ایک پاکیزہ اسرائیلی گھرانہ تھا ان کی والدہ کا نام حنہ تھا۔ ان کی والدہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی، اور جب انہوں نے ایک بار ایک چڑیا کو اپنے بچے کو چوگا دیتے دیکھا دل کے اندر سے ہوک اٹھی جو دعا میں ڈھل گئی

- اے میرے رب اگر تو مجھے بھی بچہ دے تو وہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا
- ان کی دعا یہ تھی کہ مجھے جو بچہ ملے گا میں اسے اپنا بنا کر نہیں رکھوں گی
- میں اسے رب کے کام کا بناؤں گی
- اگرچہ ہر ماں کا یہ کام ہے ہر ماں کو یہ چاہیے کہ وہ اپنا بچہ اپنے رب کی امانت سمجھے
- لیکن جہاں بھر کی مائیں اپنے بچوں کو اپنی ذات کے گرد گھماتی ہیں،
- جہان بھر کی مائیں اپنے بچوں کو اپنے خاندان کا تو بناتی ہیں
- انہیں دنیا میں رہنا سکھاتی ہیں دنیا کا بناتی ہیں انہیں رب کا راستہ نہیں دکھاتیں
- اور اگر راستہ دکھا بھی دیں تو دوبارہ اپنی طرف واپس لے آتی ہیں
- یہ کیسی ماں ہے جس کے پاس اپنا بچہ نہیں ہے
- لیکن بچے کی طلب اس لیے ہے کہ میں اپنے بچے کو رب کے نام لگا دوں

میں اپنے رب کے لیے آزاد کردوں

دعا کے بعد بچے کی پیدائش ممکن ہوگئی لیکن جانتی نہیں تھیں پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی۔ سیدہ حنہ نے نذر مان لی کہ اپنے پیٹ کا بچہ اپنے رب کی نذر کردوں گی۔ پھر جب بیٹی نے جنم لیا تو پریشان ہوگئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بیٹی کو قبول کرلیا۔

یوں پہلی بچی، پہلی خاتون ہیکل کی نذر کی گئی

دنیا میں تبدیلی اس وقت آئی تھی

جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ ایک عورت بھی اپنے رب کی ہوسکتی ہے

وہ بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت گار ہوسکتی ہے

وہ بھی اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرسکتی ہے

تو جب بیٹی نے جنم لے لیا تو وہی ماں جس نے بیٹی کو جنم دیا رب کی نذر کردیا تھا پریشان ہوگئیں کیا ارادہ میں کوئی فرق آیا تھا؟ کیا انہوں نے اپنے عمل کے بارے میں اپنے دل میں کوئی وسوسہ پایا تھا کوئی اور خیال آیا تھا تو ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی پریشانی مختلف تھی اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتا ہے۔

﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (۳۵) فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (۳۶)﴾

''جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔'' پھر جب

اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا: ''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا ''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا، اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' (آل عمران:35,36)

یعنی معاشرتی طور پر لڑکی کی ذمہ داری زیادہ بڑی ہوتی ہے یہ تھا Contract، ابتدائی طور پر پیٹ کے بچے کو رب کی نذر کر دیا پھر جب بیٹی ہوئی اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیا تو بیٹی بھی رب کی نظر کر دی۔

سیدہ مریم علیہا السلام پیدائش کے فوراً بعد ہیکل پہنچا دی گئیں
ماں باپ تو بچے کو سینے سے لگا کر رکھنا چاہتے ہیں
کس بچے کو عبادت گاہ میں رکھا جاتا ہے؟
اللہ تعالیٰ جسے قبول کر لے اسے اپنے گھر میں لے آتا ہے
اپنا گھر کون سا ہے؟
وہ جہاں انسان رہتا ہے
ہر کوئی اپنا گھر تو اسی کو کہتا ہے جہاں رشتے داروں کے درمیان رہتا ہے
اور اللہ تعالیٰ کے گھر کو اپنا گھر بنانے والے کتنے کم لوگ ہوتے ہیں

سیدہ مریم کی کفالت کی ذمہ داری قوم کے معزز ترین فرد سیدنا زکریا علیہ السلام کو سونپی گئی۔ اگرچہ معزز افراد میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کی گئی بیٹی سیدہ مریم کی کفالت اور ان کی پرورش کا اعزاز اس کو ملے کیونکہ یہ تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ تھا۔ قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ سیدنا زکریا کے نام نکلا۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ

اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (آل عمران:44)

آپ غور کیجیے کسی کی زندگی وقف کی جا رہی ہے اور کسی کو اس کی کفالت کے لیے منتخب کیا جا رہا ہے۔ ایک زندگی ہے، اس کی پرورش ہے، جس کو اتنا بڑا اعزاز بنا دیا کہ ہر ایک کی خواہش ہے مجھے یہ اعزاز مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے باقاعدہ طور پر قرعہ اندازی کروائی تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کا کفیل بنا دیا۔

سیدنا زکریا علیہ السلام نے ان کی پرورش کی اور سیدہ مریم بڑی ہو گئیں۔ ابھی ان کا بچپن ہے اور عبادت سے محبت ہے، ماحول اثر انداز ہوتا ہے۔ ان کی عبادت گزاریوں کو دیکھ کر اور اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں کو دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام ان سے پوچھتے تھے: اے مریم علیہا السلام! تیرے پاس یہ رزق کہاں سے آیا ہے؟

وہ جواب دیتیں: اللہ تعالیٰ کے پاس سے

وہ پھلوں کا رزق بھی تھا اور روحانی رزق بھی، اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ تعالیٰ کی معرفت اور بھی۔

جب کبھی کوئی اپنے آپ کو اللہ کے لیے Dedicate کر دیتا ہے تو اس کے لیے جگہ بھی منتخب کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کے توسط سے مسجد میں ایک جگہ مقرر کر وادی جہاں ان کے سوا کوئی نہیں جاتا تھا۔ وہاں وہ دن رات عبادت میں مشغول رہتی تھیں

حتیٰ کہ ان کی عبادت گزاری ضرب المثل بن گئی۔

کیسے دلوں کے اندر تمنائیں پھوٹتی ہوں گی؟ کاش ہمارا بچہ بھی اس مقام تک پہنچے لیکن اپنے بچے کو اپنی گود میں رکھنے سے، اپنے بچے کو اپنی ذات کے گرد گھمانے سے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ آپ اپنے بچے کو دنیا کے قابل بنائیں گے تو بن جائے گا۔ آپ اسے اللہ تعالیٰ کے قابل بنانا چاہیں تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قابل بن جائے جب تک اللہ تعالیٰ اس کا انتخاب نہ کریں۔

سیدہ مریم علیہا السلام مسجد کی خدمت کے فرائض بھی انجام دیتی تھیں۔ آپ میں سے کون یہ بتائے گا کہ سیدہ مریم علیہا السلام کیا خدمت انجام دیتی ہوں گی؟

صفائی کرتی ہوں گی

پانی کا انتظام کرتی ہوں گی

کتاب کی تعلیم بھی دیتی ہوں گی

اگر وہ اکیلی رہتیں اور محض مسجد کی فزیکلی صفائی کر لیتیں تب بھی بڑا کام تھا۔ ان کی کریمانہ عادات کیسے لوگوں میں مشہور ہو گئیں۔ ظاہر ہے کہ لوگوں سے ان کا رابطہ ہوتا تھا، وہ لوگوں کے درمیان بیٹھتی ہوں گی، لوگوں کو رب کی بات بتاتی ہوں گی، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا تعلق سکھاتی ہوں گی۔ سیدنا زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے حجرۂ عبادت میں تشریف لے جاتے تو انہیں بے موسم کے پھل دیکھ کر بہت حیرت ہوتی تھی۔ گرمیوں میں سردیوں کے پھل اور سردیوں میں گرمیوں کے پھل موجود ہوتے تھے حالانکہ اس وقت پھلوں کو محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہیں تھا اور سرد علاقوں کے پھل گرم علاقوں میں اور گرم علاقوں کے پھل سرد علاقوں میں نہیں پہنچتے تھے۔

یہ سیدہ مریم علیہا السلام کی کرامت تھی آپ جانتے ہیں معجزہ نبی کے ہاتھ میں

ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جادو جادوگر کرتے ہیں اور کرامت غیر نبی کے ہاتھ میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کرامت کو دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں بیٹے کی خواہش پیدا ہوئی حالانکہ وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس دعا کا تذکرہ ہمیں سورہ آل عمران میں ملتا ہے: قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔'' (آل عمران:38)

قرعہ اندازی کے نتیجے میں انہیں سرپرست تسلیم کر لیا گیا۔ یہ ان کا شرعی حق بھی تھا اور قرعہ اندازی سے ثابت بھی ہو گیا۔ کیونکہ وہ سیدہ مریم علیہا السلام کے خالو لگتے تھے ممکن ہے کچھ اور رشتے بھی ہوں

سیدہ مریم علیہا السلام وہ عظیم خاتون ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی خدمت کے لئے چنا تھا

وہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب تھیں

اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص مقصد کے لیے چنا تھا

جانتے ہیں سیدہ مریم علیہا السلام سے کتنی بڑی خدمت لی جانی مطلوب تھی

انہیں اللہ تعالیٰ نے بن باپ کے بچہ عطا کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بننے کا اعزاز عطا کیا۔ جو قرب قیامت کی نشانی ہیں، جو قیامت سے پہلے دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ سیدہ مریم علیہا السلام قوم کے سردار کی بیٹی تھیں مگر وہ ان کی پیدائش کے وقت وفات پا چکے تھے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ سیدہ حنہ نے نذر مانی تو رب العزت نے ان کی بیٹی کو قبول کر لیا، ان کی عمدہ طریقے سے پرورش کی اور سیدنا زکریا کو ان کا کفیل ان کا سرپرست بنایا۔ مجھے وہ الفاظ آپ کے سامنے رکھنے ہیں جو سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۭ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔

(آیت کا یہ حصہ پوری سکیم کو واضح کرتا ہے کہ رب العزت نے انہیں قبول کیا، بہترین پرورش کی اور زکریا علیہ السلام کو ان کا کفیل بنایا

زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے پاس عبادت خانے میں آتے تو ان کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔'' (آل عمران:37)

تو آپ نے اس سے کیا سیکھا؟

اپنے یقین کو جج کیا

کیا آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حساب رزق دیتا ہے؟

رزق سے مراد کھانا پینا، لباس اور دنیا میں رہنے کا ساز و سامان ہی نہیں ہے

سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا رزق دیا تھا؟

اس کا تذکرہ سورہ التحریم میں ملتا ہے:

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ﴾

''سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے حیا کا رزق دیا تھا، انہوں نے اپنی شرم گاہ کی

حفاظت کی تھی۔ سیدہ مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا رزق دیا تھا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات کی تصدیق کی تھی۔ وہ ان کو پڑھتی بھی تھیں سمجھتی بھی تھیں عمل بھی کرتی تھیں۔ ان کی زندگی، ان کا عمل اللہ تعالیٰ کی کتاب کا بہترین نمونہ تھا اللہ تعالیٰ سے آپ بھی رزق مانگئے جیسے سیدہ مریم علیہا السلام کو بن مانگے ملا تھا۔ یہ سب سے بڑا رزق ہے۔''

میں اکثر سوچتی ہوں کہ جب لوگ پاکیزہ اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں تو لوگ یہ دعا بھی کرتے ہیں لیکن کتنے کم لوگ ہیں جو اولاد چاہتے ہوں تو اولاد کو رب کے نام بھی لگانا چاہتے ہوں۔

اولاد کے لیے نبیوں کی دعا جب زبان پر آئے تو ان جیسا Vision بھی آنا چاہیے کہ آئندہ اس اولاد نے کیا کرنا ہے۔

آج کے دور میں Missworld کا انتخاب ہوتا ہے
اور کسی خاص ملک کی خاتون کا بھی انتخاب ہوتا ہے
اصلاً Miss World تو ایک ہی ہے
جب سے سیدہ مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں اس وقت سے کوئی خاتون Miss World کا ٹائٹل لینے کی حق دار نہیں
انہیں کسی مرد کی رفاقت نصیب نہیں ہوئی لیکن اولاد نصیب ہوئی۔
اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے
دنیا بھر کی خواتین کے مقابلے میں سیدہ مریم علیہا السلام کا انتخاب کیا گیا
صدیوں سے وہ ساری دنیا کی خواتین پر اعزاز رکھتی ہیں
اور قیامت کے دن بھی رکھیں گی

کیونکہ خواتین جنت کی سردار خواتین میں سے ایک سیدہ مریم علیہا السلام بھی ہوں گی

اللہ رب العزت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو چن لیا

انہیں پاک کیا اور دنیا بھر کی عورتوں میں سے اس شرف کے لیے انہیں منتخب کیا

اور ان کے ذریعے بغیر باپ کے بچہ پیدا کرنے کی قدرت کا اظہار کیا

اور انہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی کہ وہ معزز نبی ہوں گے

جو مستقبل میں بنی اسرائیل کے رسول اور راہ نما ہوں گے

اور انہیں توحید کی دعوت دیں گے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چار خواتین، تمام جہانوں کی عورتوں سے افضل ہیں، مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔'' (مسند احمد: 2/368)

کتنا بڑا ایوارڈ ہے کیا اس سے بڑا کوئی ایوارڈ ہو سکتا ہے؟

world Miss کتنا بڑا ایوارڈ ہے

کوئی Miss World سیدہ مریم علیہا السلام کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام بے داغ جوانی رکھتی تھیں

پاک دامنی کی زندگی بسر کر رہی تھیں

اور ہاں سیدہ مریم علیہا السلام کو Follow کرنے والی کسی بیٹی سے اگر غلطی ہوئی ہے چھوٹی یا بڑی

اپنے رب سے معافی مانگ کر وہ سیدہ مریم علیہا السلام جیسی زندگی گزارنے کا عہد کر سکتی ہے

اس سے پہلے کہ ہم سیدہ مریم علیہا السلام کی بات کو آگے بڑھائیں آج آپ سے

ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں

یہ عہد آپ اپنے رب سے کریں گے

پاک زندگی گزارنے کا عہد

نظر کو پاک رکھنے کا عہد

سماعتوں کو پاک رکھنے کا عہد

زبان کو پاک رکھنے کا عہد

ہر عضو کو پاک رکھنے کا عہد

پاک زندگی کا عہد

اور یہ عہد کہ Miss World کو Follow کرنا ہے ان شاءاللہ

میں Miss World بار بار اس لیے کہہ رہی ہوں کہ یہ بہت بڑا اعزاز ہے

جو ایوارڈ جہانوں کے بادشاہ نے دیا، وہ وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہونے والا، پرانا

ہونے والا اور اس کے بعد کسی اور کو ملنے والا نہیں ہے۔

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ﴾

''اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان کی، جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی

تو چنانچہ ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی اور اُس نے اپنے رب کی باتوں

اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔'' (التحریم:12)

حقیقت یہ ہے کہ شرم گاہ کی حفاظت کے بغیر پاک زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے

نظر پاک رہتی ہے تو دل بھی پاک رہتا ہے

اپنی نظروں کو پاک رکھئے

ہم نے اپنی نظروں کی پاکیزگی کی کوشش کرنی ہے
ان نظروں کو ہر نجاست سے آزاد کروانا ہے ان شاءاللہ یہی اصل آزادی ہے

یہ ہے عورت کی آزادی

ایک آزاد عورت ہے

جو دنیا بھر کی عورتوں میں نمبر ون رہے

Miss World

جس کی گواہی رب العزت نے دی ہے

اس کی حیا کی گواہی

اس کی وفا کی گواہی

اس کی پاک زندگی کی گواہی

اور پاکیزگی کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر روح پھونکی۔

آپ کو پتہ ہے تصدیق کون کر سکتا ہے؟

جس کے پاس پختہ علم ہو

جس کا عمل بھی تصدیق کرتا ہو

کیا آپ اپنے آپ کو ایسے مقام پر پاتی ہیں جہاں آپ کا علم، آپ کا عمل، آپ کی زبان، اپنے رب کی باتوں کی، اپنے رب کے کلام کی گواہی دیتی ہو اور آپ کا عمل گواہی دیتا ہو لیکن یہ اسٹیج ہے جہاں تک جانا ہے اپنا Vision broad ایک آزاد عورت کے لیے یہ Highest Stage ہے جہاں تک اس نے پہنچنا ہے

یہ آزادی کی آخری منزل ہے

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ

کتنا بڑا ایوارڈ ہے

سیدہ مریم کی پاک دامنی کی گواہی جہانوں کے بادشاہ نے دی

اس جہان میں کوئی اور ایسی عورت ہے جس کی گواہی انسان دے دیں یا جہانوں کا بادشاہ دے دے، تو کسی کے پاس یہ اعزاز نہیں ہے۔ پاک دامن تو بہت عورتیں ہو سکتی ہیں لیکن ایورڈ سیدہ مریم علیہا السلام کو ملا ہے۔ یا پھر سیدہ عائشہ کے لیے اللہ رب العزت نے برأت پیش کی۔ ان کی پاک دامنی کی گواہی بھی رب العزت کی جانب سے آئی۔

کیا بات ہے سیدہ مریم علیہا السلام کی!

سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی میں آپ کو سب سے بڑی خصوصیت کیا نظر آتی ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آزاد تھیں

اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں

(محررا) وہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں

اور ہم سب آزاد نہیں ہیں

وہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد تھیں اس لیے وہ یک سو تھیں

اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد عورت کیسی ہوتی ہے؟

اگر آپ آزادی چاہتی ہیں

اگر آپ کو آزادی سے محبت ہے

تو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح آزاد ہو جائیں

پوری دنیا کے لیے

رہتی دنیا تک کے لیے

اور وہ سب خواتین جو دل کی گہرائیوں سے تڑپ رہی ہیں کہ ہمیں آزادی چاہیئے جنہیں کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے کہ یہ آزادی ہے

آپ کس کے لیے آزاد ہوں گے؟

یہ شتر بے مہار آزادی، آزادی نہیں ہے

سیدہ مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد عوت تھیں

کیا آپ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد ہونا چاہتی ہیں؟

اپنے آپ کو کسی ایسے کھونٹے کے ساتھ باندھ کر نہیں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد نہ ہو سکیں

انسان رشتوں میں تو بندھا ہوتا ہے

ان کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں لیکن رب کا ہو کر جینا ہے

آپ جینا تو چاہتے ہیں؟

کیا آپ آزاد رہ کر جینا چاہتے ہیں؟

اللہ تعالی نے سیدہ مریم علیہا السلام کی زندگی سے بتایا کہ دیکھو رب والی زندگی کیسے بسر ہوتی ہے

اگر کوئی عورت رب والی زندگی گزارنا چاہتی ہے تو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح رب والی ہو جائے

اگر کوئی عورت آزادی چاہتی ہے تو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح آزاد ہو جائے

اور اگر ماں باپ یہ چاہتے ہیں ان کی بچی آزادی والی زندگی گزارے

تو وہ اپنی بچی کو سیدہ مریم علیہا السلام کی طرح بنانے کے لئے محنت کریں، جن کے سوا دنیا کی کوئی عورت اس طرح آزاد نہیں کی گئی تھی۔ پہلی بچی جس کو اللہ تعالی کے لیے آزاد کیا

گیا وہ سیدہ مریم ہیں۔

دنیا میں کوئی بھی اپنی ذات کیلئے آزاد ہوتا ہے تو کتنے دن، کب تک، کہاں تک سب کچھ پا سکتا ہے؟

کیا اپنی ذات کے لیے آزاد ہو کر کوئی اپنی ہر خواہش پوری کر سکتا ہے؟

اگر وہ اپنی ذات کے لیے، اپنی مرضی کے لئے آزاد ہونا چاہتا ہے تو اس کی آزادی اس کو وہ نفع نہیں دے سکتی۔

اگر کوئی عورت یہ چاہتی ہے کہ وہ صرف اپنی مرضی کرنے کے لیے آزاد ہو جائے اور جو اس کے جی میں آئے وہ کر جائے تو ایسا حقیقتاً ممکن نہیں۔ ہم اپنی مرضی پوری کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ایک حد ہے اس کے بعد مرضی پوری کرنے کے راستے میں جو رکاوٹ آئے گی اس کو کس کے نام لگائیں گے؟

شاید آج کی عورت کو یہ غلط فہمی ہے کہ میری مرضی کو پورا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ مرد ہے۔

مرد تو بیٹا ہے، مرد تو باپ ہے، مرد تو بھائی ہے، مرد تو شوہر ہے
ایک عورت اپنے بیٹے سے کیسے آزاد ہو سکتی ہے؟
ایک عورت آزاد ہو کر دکھائے
اپنے باپ سے کیسے آزاد ہو جائے گی؟
وہ مر بھی جائے تو اسی باپ کی بیٹی رہے گی
وہ نہیں آزاد ہو سکتی ان رشتوں سے
زیادہ سے زیادہ وہ کس سے آزاد ہو سکتی ہے، شوہر سے؟
کیا یہ آزادی، نکاح سے آزادی تو نہیں ہے؟

کیا یہ آزادی، پاک زندگی سے آزادی تو نہیں ہے؟

کیا یہ آزادی، حیا سے آزادی تو نہیں ہے؟

سیدہ مریم علیہا السلام کو دیکھیے، اللہ تعالی نے انہیں کتنے اونچے مقام پر فائز کیا ہے۔

وہ اپنے رب کے لیے آزاد ہیں۔

آئیں ہم بھی اپنے رب کے لیے آزاد ہو جائیں

اب میں آزاد ہوں

الحمد للہ رب العالمین